بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۴ شمارہ ۵

مئی ۲۰۲۰ء

رمضان ۱۴۴۱ھ

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

ASHRAFIA MONTHLY

بنوائیں

کوڈ نمبر ——— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ

کورونا کی مہاماری اور اسلام کی غم گساری

اس مشکل گھڑی میں مسیحائی کا شرعی نقطۂ نظر

مبارک حسین مصباحی

اس وقت کم و بیش عالمی سطح پر کورونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے، جو ممالک اپنی اقتصادی طاقت اور میڈیکل سائنس میں بڑی حد تک پیش قدمی کر رہے تھے، عام طور پر وہی ممالک اس موذی اور جان لیوا مرض سے زیادہ جوجھ رہے ہیں، جو انسانوں کو کالوں اور گوروں میں بانٹ کر دیکھتے تھے، آج انھیں کے گورے زیادہ لقمۂ اجل بن رہے ہیں۔ ہمارے محبوب وطن ہندوستان کی پوزیشن بھی کسی پر مخفی نہیں ہے، لاک ڈاؤن میں ڈھیل کے باوجود مریض مسلسل بڑھ رہے ہیں، مہاراشٹر میں ممبئی، دہلی، تمل ناڈو اور راجستھان وغیرہ میں مریضوں کی تعداد روزافزوں ہے، اتر پردیش میں مغربی علاقے زیادہ زد میں ہیں۔ کورونا وائرس ایک وبائی مرض ہے، حدیث رسول ﷺ میں "طاعون" کے بارے میں وضاحت موجود ہے، ہم نے اس حدیث پاک اور اس سے متعلق دیگر اہم باتوں کا دیگر تحریروں اور بیانات میں ذکر کیا ہے۔

اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! تو ہی توبہ قبول فرمانے والا ہے اور اپنے مومن بندوں سے ستّر ماؤں کی ممتا سے زیادہ پیار فرمانے والا ہے۔ یارب العالمین! ہم جیسے بھی ہیں تیرے ہی بندے ہیں، یارب العالمین! تیرے بر تر و بالا در کے سوا ہمارا کوئی حقیقی ٹھکانہ نہیں۔ یا ارحم الراحمین! تو نے ہی اپنے محبوب مصطفیٰ جانِ رحمت کو وما ارسلنٰك الّا رحمة للعالمین کا تاجِ زریں پہنایا ہے۔ میدانِ محشر میں جب ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے، ہر نبی کی زبان پر اذھبوا الیٰ غیری ہوگا، تو اے پروردگار! تیرا ہی محبوب سراپا رحمت بن کر آواز لگا رہا ہوگا۔ انا لھا انا لھا. شفاعت کے لیے میں ہوں، شفاعت کے لیے میں ہوں۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا ۔۔۔ کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ہمیں یقین ہے کہ اس قسم کے وبائی مرض غیر مسلموں کے لیے عذاب ہوتے ہیں اور سنی مسلمانوں کے لیے رحمت، اور اگر مسلمان متاثر ہو جائیں اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دیں تو انھیں شہادت کا مژدۂ جاں فزا بھی ہے۔ ہم دعا گو ہیں مولا تعالیٰ عالمِ کفر کو اسلام کے دامن میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہ اپنے جرائم سے توبہ کر لیں اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے بے تاب ہو جائیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے گناہوں اور بد اعتقادیوں سے بچنے اور دل سے توبہ واستغفار کرنے کے سچے جذبات عطا فرمائے۔

یہ تو سچ اور حق ہے کہ طاعون جیسے وبائی مرض سے اگر کوئی صالح عقیدے والا انسان دنیائے فانی سے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شہادت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم اہلِ سنت وجماعت میں صالحین کی تعداد کتنے فیصد ہے۔ ہم میں اکثر مجرم اور گناہ گار ہیں، ہمیں بہر صورت اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم لوگ جو زندگی گزارتے ہیں اس میں شریعت کے مطابق کتنا ہوتا ہے؟ ہمیں اپنی بندگی پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے دلوں میں اخلاص وللّٰہیت کا جذبہ کار فرما ہے یا یا محض دکھاوا اور ریاکاری ہے۔ ہمیں اپنی نمازوں، روزوں، زکاتوں اور حج کی ادائگی پر نظرِ ثانی کرنا چاہیے، کیا ہماری نمازوں میں طہارتوں کا بھرپور اہتمام تھا یا نہیں؟ بظاہر بدن اور کپڑے پاک ہیں مگر نیتوں میں پاکیزگی کا کیا حال تھا، کیا ہمارے سجدے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہیں، کیا واقعی ہم اپنے سجدوں میں تجلیاتِ ربانی کا مشاہدہ کرتے ہیں، یا پھر دوسرا درجہ کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ صحاح ستہ کی مشہور حدیث جبرئیل ہے، وہ بارگاہ رسول ﷺ میں تشریف لائے اور انھوں نے سرکار ﷺ سے اسلام، نماز، روزہ، حج اور ایمان کے بارے میں سوالات کیے، حضور ﷺ نے جو جوابات عنایت فرمائے، سائل نے ان تمام کی تصدیق فرمائی، پھر بعد میں اسی حالت میں سوال کیا:

"فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ فَإِنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يُرَاكَ الخ."

(اخرجه البخاری، فی الصحیح، کتاب الایمان ۲۷/ ۱، الرقم ۵۰)

"عرض کیا! مجھے احسان کے بارے میں بتائیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یہ جان کہ وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے۔"

یعنی ایک حقیقی بندۂ مومن کی شناخت یہ ہے کہ جب وہ عبادت کرے تو اس کو واقعی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا مشاہدہ ہونا چاہیے، یہ ایک مخلص بندۂ مومن کا اکمل درجہ ہے، جب اسے عبادت کے دوران مشاہدۂ الٰہی کی معراج ہوگی تو اس کا خیال اِدھر اُدھر نہیں بھٹکے گا، بلکہ اس کے دل و دماغ پوری یکسوئی کے ساتھ حاضر ہوں گے، اور اگر یہ اعلیٰ درجہ اخلاص وللّٰہیت کی کوتاہی کی وجہ سے حاصل نہ ہو تو اسے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ معبودِ حقیقی ہمیں دیکھ رہاہ، جب بھی نہ اس کی نظر بہکے گی اور نہ دل و دماغ میں غیر متعلق تصورات آئیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا درود وسلام پر یقین کامل:

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ولادت محرم الحرام ۹۵۰ھ/۱۵۵۱ء میں ہوئی، وصال ۲۱/ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/۱۹/ جون ۱۶۴۲ء کو ۹۴/ برس کی عمر میں میں ہوا۔ آپ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد تھے، فتنۂ اکبری کی اصلاح اور برصغیر میں حدیث نبوی کے علوم و معارف کی بھرپور اشاعت وغیرہ آپ کے تجدیدی کارنامے ہیں، خشیتِ ربانی کے ساتھ عبادت و ریاضت آپ کی زندگی کی اہم کمائی تھی اور اس کے ساتھ خاص بات یہ کہ آپ انتہائی مؤدب عاشقِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ ان کا خیال تھا کہ باقی عبادات تو فسادِ نیت کا شکار ہو سکتی ہیں مگر اے اللہ تعالیٰ! جو ہم نے تیرے محبوب کی محفلِ میلاد میں باادب کھڑے ہو کر سلام پیش کیے ہیں اور انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ تیرے محبوب ﷺ کی بارگاہِ ناز میں جو ہم نے درودیں پیش کی ہیں ان میں کبھی فسادِ نیت کا شائبہ نہیں ہوا، اے اللہ تعالیٰ! تو خوب جانتا ہے، دنیا میں کوئی مجلس ایسی نہیں جو محفلِ میلاد النبی ﷺ سے زیادہ بابرکت ہو، اس سے زیادہ خیر و برکت کا نزول کسی دینی تقریب میں نہیں ہوتا۔ آپ نے مزید فرمایا: اے ارحم الراحمین! میرا کوئی عمل قابلِ قبول ہو یا نہ ہو، مگر عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر آقا ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام پڑھنے کا عمل ضرور قبول ہوگا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو بندۂ مومن درود و سلام پڑھ کر جو دعا کرتا ہے وہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

اب آپ خود سماعت فرمائیے، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کیا فرماتے ہیں:

اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں، میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود رہتی ہے، ہاں مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ (عید) میلاد النبی ﷺ کی مجلس میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عجز و انکساری اور اخلاص و محبت کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ اس لیے اے ارحم الراحمین! مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا۔ اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے وسیلے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔ (اخبار الاخیار، ص، ۶۲۴)

غریبوں کی غم گساری احادیث کی روشنی میں:

ان احادیث نبویہ کی روشنی میں ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ آج عالمی سطح پر انسانوں کی جو کس مپرسی ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ اقتصادی صورت حال بھی انتہائی نازک ہے۔ خود مسلمانوں کی پوزیشن بھی سب پر عیاں ہے۔ ہم لوگ اگر اپنے ملکی حالات پر نظر ڈالیں تو صورت حال خون کے آنسو رلانے پر مجبور کر دیتی ہے، آپ کو جان کر حیرت ہوگی، اسی کورونا مہاماری کے دوران جب ۵/ جون ۲۰۲۰ء کو شراب خانے کھولے گئے تو صرف اتر پردیش میں دس گھنٹے میں تین سو کروڑ روپے کی شراب فروخت ہوئی۔ ہم نے اس پر بھی اظہارِ افسوس کرتے ہوئے احتجاجی بیانات میڈیا کو جاری کیے۔ ہم نے حدیثوں کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا تھا کہ شراب باعثِ شفا نہیں بلکہ مکمل بیماری ہے۔

اب ذیل میں ہم چند احادیثِ نبویہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی مدد کرنا کتنی فضیلت رکھتا ہے:

پہلی حدیث مصطفےٰ ﷺ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (اخرجہ البخاری فی الصحیح، کتاب المظالم، ۲/ ۲۷۶، الرقم: ۲۳۱۰)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی کرے گا۔“

یہ حدیث پاک صحیح مسلم شریف، ترمذی شریف، سنن ابو داؤد، نسائی کی سنن کبریٰ، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان اور بیہقی کی سنن کبریٰ میں بھی مروی ہے۔

اس میں سرکار ﷺ نے یہ یہ واضح فرمادیا ہے کہ تمام صحیح العقیدہ مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، ایک بھائی اپنے بھائی پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ یعنی ایک سچا بھائی وہی ہوتا ہے جو اپنے بھائی کی ہر مشکل میں اور ہر خوشی میں شریک و سہیم ہوتا ہے۔ اسی لیے آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی بھائی اپنے بھائی کی معاونت فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمانہ کے مطابق اس کی معاونت فرماتا ہے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ ہم سے بہتر آپ سمجھ رہے ہیں کہ ایک بے یار و مددگار بندہ ہے جو زندگی اور بندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا محتاج ہے اور دوسری طرف مدد فرمانے والا خالق و مالک ہے، دنیا کی ہر چیز اس کی محتاج ہے، اس کی نگاہ کرم ہو تو ذرہ آفتاب ہو جائے اور قطرہ سمندر ہو جائے۔ آقا ﷺ مزید فرماتے ہیں کہ ایک شخص اگر اپنے کسی بھائی کی دنیاوی مشکل پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاون کی اخروی مشکل پوری فرمائے گا۔ اب آپ ذرا غور کریں، دنیا اور آخرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی مگر آخرت کا معاملہ بڑا اہم ہے، وہاں موت کو بھی موت آنا ہے۔ اس کے بعد عالم غیب پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک مسلم بھائی اپنے دوسرے مسلم بھائی کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بروز محشر اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔ یہاں دنیا، وہاں آخرت، یہاں بندہ اور وہاں اللہ تعالیٰ۔ فافهم يا اولی الأبصار.

دوسری حدیث مصطفےٰ ﷺ:

”عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَا يَزَالُ اللّٰهُ فِيْ حَاجَةِ الْعَبْدِ مَادَامَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ . رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ. (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۵/ ۱۱۸، الرقم: ۴۸۰۱)

”حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے۔“

اس حدیث میں آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک بندہ جب تک اپنے مسلم بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس مددگار کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ ایک انسان اپنے مسلم بھائی کی مدد کرتا ہے، مگر اس انسان کی حیثیت کتنی ہے، وہ جو کچھ بھی خدمت کرتا ہے اس کی حیثیت ایک فانی اور حادث بندے کی ہوتی ہے مگر جو خالق و مالک اس کی مدد فرماتا ہے، اس کے دست قدرت میں سب کچھ ہے، اس کے لفظ کن سے دنیا اور مافیہا وجود میں آگئے اور وہ جب چاہے دنیا کو فنا فرمادے گا۔ اب ذرا آپ موجودہ حالات پر نظر ڈالیں، کیا ہے انسانی حیات۔ کورونا کی وبا سے پوری دنیا کے ممالک متاثر ہیں۔ ظاہری قوتوں کے فراعنہ بھی اس کے سامنے لرزہ بر اندام ہیں، یہ امریکہ، برازیل، اٹلی، برطانیہ اور ایران وغیرہ، کون جان سکتا تھا کہ یہ اتنی آسانی سے هباءً منثورا ہو جائیں گے۔ مرض میں مبتلا ہونے کے بعد صحت یاب ہونا کوئی ضروری نہیں، میڈیکل سائنس بھی کوئی مفید دوا بنانے سے ابھی تک قاصر ہے، جب کہ بعض ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ کوئی وبائی مرض نہیں، بلکہ محض سیاست ہے۔ خیر ہمیں ان اختلافات سے لینا دینا کیا ہے، اسے ہم وبائی مرض ہی مانتے ہیں، باضابطہ احادیث میں وبائی امراض کا ذکر اور ان سے بچنے کی تدابیر بھی موجود ہیں۔

تیسری حدیثِ مصطفیٰ ﷺ:

”عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ للهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِيْ حَوَائِجِهِمْ أُوْلٰئِكَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللهِ . (رواه الطبراني في المعجم الكبير، ٢/ ٣٥٨، الرقم: ١٣٣٤)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جنہیں اس نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے پیدا فرمایا ہے، لوگ اپنی حاجات (کے سلسلہ) میں دوڑے دوڑے ان کے پاس آتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اس حدیث پاک کو قضاعی نے مسند الشہاب میں، منذری نے الترغیب والترہیب میں بھی روایت کیا ہے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ حضرات مرجع خلائق ہوتے ہیں، جیسے مرشدانِ طریقت، علمائے کرام، اہلِ خیر حضرات، نیک مزاج سیاسی قائدین، ڈاکٹرس اور اطبا، عام طور پر لوگ اپنی ضرورتوں کے لیے ان سے رابطے کرتے ہیں اور یہ حضرات بے لوث ہو کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ شفیعِ محشر ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ ان کا مقدر بنے گی۔

چوتھی حدیثِ مصطفیٰ ﷺ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنهما قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ مَشَىٰ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ حَتّٰى يُتِمَّهَا لَهُ أَظَلَّهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ . وَفِيْ رِوَايَةٍ : بِخَمْسَةٍ وَسَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَدْعُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ صَبَاحًا حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ كَانَ مَسَاءً حَتّٰى يُصْبِحَ وَلَا يَرْفَعُ قَدَمًا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ وَلَا يَضَعُ قَدَمًا إِلَّا حَطَّ اللهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً .(أَخْرَجَهُ البيهقي في شعب الإيمان ، ٦/ ١١٩، الرقم: ٧٦٦٩)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے کام کے سلسلہ میں چل پڑا یہاں تک کہ اسے پورا کر دے اللہ عزوجل اس پر پانچ ہزار، اور ایک روایت میں ہے کہ پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ فرما دیتا ہے وہ اس کے لئے اگر دن ہو تو رات ہونے تک اور رات ہو تو دن ہونے تک دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے اٹھنے والے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس کے (اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو حل کرنے کے لئے) اٹھانے والے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

اس حدیث میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی مدد کے لیے جب نکلتا ہے (دو روایتیں ہیں) کہ پانچ ہزار یا پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ فرما دیتا ہے، جو اس کے لیے دن ہو تو رات ہونے تک اور رات ہو تو دن ہونے تک دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مسلمان کے لیے ہر قدم پر ایک نیکی عطا فرماتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے۔

موجودہ حالات میں جو نیک مزاج ہیں یا اہلِ خیر دولت مند ہیں، مسلسل متاثرین کی مدد کر رہے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ اسی طرح دیگر حضرات بھی۔

اب ایک نظر عیدِ قرباں پر:

عید الاضحیٰ مسلمانوں کا ایک بڑا تیوہار ہے۔ اس کے مسائل سے عام طور سے آپ تمام حضرات واقف ہیں، جنھیں دریافت کرنا ہو وہ علمائے کرام اور اپنے ائمۂ عظام سے دریافت فرمالیں۔ چند مسائل موجودہ رسالے میں بھی ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ اس کورونا وائرس کے دور میں قربانی کیسے کریں؟ طریقہ کار کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں بہت سی آرا ذمہ داران نے بیان کی ہیں۔ مفتیانِ کرام جو حکم دیں اس کے مطابق قربانی کے وجوب کو ادا کریں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کبھی کبھی وبال جان بن جاتی ہے، اس لیے ہمیں عذر شرعی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ حکومتی سطح پر جو قوانین پیش کیے جائیں ان پر شرعی روشنی میں عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے کہ ہماری قربانیوں کو عذر شرعی کی صورت میں قبول فرمالے، وہ ارحم الراحمین ہے، اس کے محبوب ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ وہ ہمیں کبھی مایوس نہیں فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ *

آخری قسط

لاک ڈاؤن میں جمعہ والے فتویٰ کے دلائل، مضمرات اور درخشاں پہلو

مفتی محمد نظام الدین رضوی

[ہم نے اپنے موقف پر نظر ثانی کر لی، وہ الحمدللہ حق ہے، صرف تشریح و تفہیم کی حاجت ہے۔]

تیسری دلیل: موذی کو اندیشۂ ایذا کی وجہ سے مسجد آنے کی ممانعت ہے تاہم اس سے اذن عام اور صحت جمعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یوں ہی کورونا وائرس سے اندیشۂ ایذا کی بنا پر لوگوں کی بھیڑ کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے اور اس سے اذن عام اور صحتِ جمعہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

ویُمنع منهُ کلّ موذٍ ولو بلسانه.

(الدر المختار، أحكام المسجد)

ترجمہ: مسجد سے ہر موذی کو روکا جائے اگر چہ وہ زبان سے ایذا دے۔

جو لوگ نماز سے پہلے کچا لہسن، کچی پیاز یا کچا گندنا کھا لیتے جس کے باعث منہ سے بدبو آتی، انھیں رسول اللہ ﷺ نے مسجد جانے سے روک دیا کہ ان کے منہ کی بدبو سے فرشتوں اور نمازیوں کو ایذا پہنچتی ہے۔

تو حدیث در اصل کچا لہسن، کچی پیاز، کچا گندنا (مولی کی طرح کوئی سبزی) کھانے والے کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس کو بنیاد بنا کر ہمارے علمانے ہر موذی کو روک دیا، یہاں تک کہ جو زبان سے ایذا دے مثلاً مسجد میں گالی گلوج بکے اسے بھی منع فرما دیا۔

بعد میں ہمارے علمانے یہی حکم ہر بد عقیدہ کے بارے میں بھی جاری فرمایا کیوں کہ وہ مسجد میں آکر اپنی بد عقیدگی کی تبلیغ کر سکتا ہے جو لہسن کی بدبو کی ایذا سے بڑھ کر ہے۔

تشریح و تفہیم:

اب غور فرمائیے،

- جو بد عقیدہ اپنے مذہب کی تبلیغ سے جُڑے ہیں وہ تو موقع پا کر اپنا کام شروع کر دیں گے۔
- اور کچھ بد عقیدہ جو تبلیغی مزاج رکھتے ہیں ان کے متعلق بھی یہ گمان ہو سکتا ہے۔
- مگر ان کی اکثریت کا حال ان دونوں سے الگ تھلگ ہے، وہ نماز پڑھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، پھر مسجد کے گیٹ پر یہ اعلان بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں کوئی تبلیغ نہ کرے، اس کے بعد اول کے سوا کوئی تبلیغ کی جرأت نہ کرے گا، مگر کیا اس طرح کا اعلان لگانے کے بعد وہ ممانعت ختم ہو جائے گی، ہرگز نہیں، آخر کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عام افراد کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ یہ لوگ، یا ان میں سے کوئی تبلیغی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے ان میں کوئی تبلیغی ہو، پھر ہو سکتا ہے کہ اسے کبھی تبلیغ کا موقع مل جائے تو اپنا کام شروع کر دے، یہاں بد عقیدگی کی تبلیغ کا شبہہ ہے جو ناشی عن دلیل ہے اس لیے علمانے مطلقاً ممانعت فرما دی۔

کچھ ایسا ہی حال "جدید کورونا وائرس" کا بھی ہے جو اپنے مضر اثرات اور ہلاکت خیزی کے لیے آج پوری دنیا میں مشہور ہے دنیا کی حکومتوں نے سماجی فاصلہ قائم رکھنے کے لیے لاک ڈاؤن کا لازمی فرمان جاری کر کے سب کو گھروں کے اندر محصور کر دیا ہے، روزنامہ انقلاب ص ۹ شمارہ ۲۱/ اپریل کے مطابق آج دنیا کی چار ارب آبادی اپنے گھروں میں محدود ہے۔ ہمارے ملک میں اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بری طرح پیٹا جا رہا ہے، گرفتاری بھی عمل میں آرہی ہے، ڈرون کیمرے سے اس پر نظر بھی رکھی جا رہی ہے، دفعہ ۱۴۴ پورے ملک میں نافذ کر کے کسی بھی جگہ ۴، ۵ سے زیادہ آدمیوں کو

اکٹھا ہونے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے، یہ سب کچھ یہ مان کر کیا جارہا ہے کہ کورونا وائرس ایک دوسرے کے ساتھ رہنے، ملنے جلنے، خلط ملط ہونے سے منتقل ہوتا اور پھیلتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ وائرس چین کے شہر ووہان میں پیدا ہوا اور پروازوں کے ذریعہ دوسرے ممالک کے لوگوں کے وہاں جانے، آنے سے واسطہ در واسطہ دنیا کے بڑے حصے میں پھیل گیا۔ آج ۲۵ لاکھ سے زیادہ لوگ اس کے مریض ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ اسّی ہزار ہلاک ہو چکے، یہ سب کچھ باہم انسانوں کی بھیڑ بھاڑ اور آمد و رفت سے ہوا، حکومت کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مسجدوں میں ہزاروں لوگ جمعہ کے لیے جائیں گے تو ان میں کچھ افراد کورونا کے مریض بھی ہو سکتے ہیں تو ان کے ساتھ خلط ملط کی وجہ سے ان کے جراثیم (وائرس) دوسروں کے بدن میں اور ان سے ان کے ساتھیوں اور اہل خانہ، وغیرہ کے بدن میں منتقل ہو سکتے ہیں، پھر ان کے ذریعہ کثیر نامعلوم افراد اس خطرناک وائرس کے شکار ہوتے رہیں گے لہٰذا ضرر عام سے حفاظت کے لیے دفعہ ۱۴۴ مسجدوں میں بھی سختی کے ساتھ نافذ کر دیا گیا۔

یہ صحیح ہے کہ ہزاروں لوگ جو مسجدوں میں آئیں گے ان کے بارے میں بس یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ وہ یا ان میں سے کچھ لوگ کورونا کے مریض ہوں گے، مگر یہ شبہہ ناشی عن دلیل ہے سیکڑوں واقعات اور تجربات شاہد ہیں کہ لوگوں نے موہوم محض سمجھ کر اس سے بے اعتنائی کی، حسب معمول بھیڑ بھاڑ جاری رکھی اور کورونا وائرس کی زد میں بڑی طرح آ گئے یہاں تک کہ بہت سے کورونا کے معالج بھی کورونا کے مریض اور متعدّد لقمۂ اجل بن گئے، ان واقعات اور تجربات کی بنا پر یہ شبہہ بہت قوی ہو جاتا ہے **تو جیسے فتنے کے شبہہ ناشی عن دلیل کی بنا پر عہد صحابہ و تابعین کی خواتین کو جماعت پنج گانہ اور جمعہ و مسجد سے روک دیا گیا اور جیسے ایذا کے شبہہ ناشی عن دلیل کی بنا پر عام بد مذہبوں کو جمعہ، جماعت و مسجد سے روک دیا گیا ویسے ہی کورونا وائرس کے شبہہ ناشی عن دلیل کی بنا پر حکومت نے چند افراد کے سوا عامۂ ناس کو جمعہ و جماعت و مسجد سے روک دیا۔**

چوتھی دلیل، تجربات کثیرہ اور اخبار متواترہ سے تمسک:

جدید کورونا وائرس اب تک کے واقعات، تجربات اور اخبار متواترہ کے مطابق جب سے انسانوں میں آیا ہے انھی میں پایا جاتا ہے اور انھی سے انھی میں پھیلتا ہے، ٹیسٹ سے پہلے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں کورونا زدہ ہے، اور فلاں نہیں ہے کیوں کہ یہ بڑی خاموشی کے ساتھ منہ کے اندر جا کر حلق میں چھپا رہتا ہے پھر تدریجاً اپنی کمین گاہ سے حملہ کرتا ہے اسی لیے دنیا اس سے بے خبر رہی اور پروازوں کی آمد و رفت، اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بڑی سرعت کے ساتھ یہ دنیا کے ۱۸۵ ملکوں میں پہنچ گیا، یہ تجربات اور اخبار متواترہ شاہد ہیں کہ بھیڑ بھاڑ، میل جول، اور خلط ملط اس خطرناک بیماری کے اسباب ہیں۔ بیوع میں متعدّد امور میں جہل کے باعث عقد کو ممنوع و ناجائز کہا گیا ہے کیوں کہ وہ مُفضی الی النزاع (جھگڑے کا سبب) ہوتا ہے اور یہ تو مُفضی الی الھلاك (ہلاکت کا سبب) ہے آج کی تاریخ میں اس سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ اسّی ہزار کے قریب پہنچ رہی ہے جب کہ اس کے مریضوں کی تعداد ۲۵ لاکھ سے متجاوز ہو چکی۔

الغرض بے شمار واقعات و تجربات اور اطبائے عالم کے یکساں نظریات و تحقیقات اور دنیا کی حکومتوں کا ان کے مطابق یکساں کارروائی پر اتفاق اور اصحاب عقل و فہم کا بلا انکار نکیر تسلیم و سکوت انسانوں کی بھیڑ بھاڑ سے پیدا ہونے والے اندیشۂ ضرر کو تحقق کے درجے میں کر دیتا ہے جس پر عام ابواب میں بھی شرعی احکام کی بنا رکھی جاتی ہے کتب فقہ میں اس کے شواہد دیکھے جا سکتے ہیں۔

اخبار متواترہ حجت ہیں، واقعات عامہ و تجربات کثیرہ حجت ہیں، اطبائے عالم کا اتفاق اور عقلائے عالم کا قبول و سکوت بھی حجت ہے اس پس منظر میں کورونا وائرس کے تعدیہ و انفیکشن کا جائزہ لیجیے تو اطمینان ہو جائے گا کہ یہ وائرس حقائق ثابتہ سے ہیں، مشاہدات سے ہیں، حیوان اصغر ہیں اور کچھ مادّی اسباب کے ذریعہ ادھر ادھر پھیلتے ہیں۔ بلا شبہہ، ہمیں ہر حال میں اللہ کی ذات پر توکل رکھنا چاہیے مگر توکل نفیِ اسباب کا نام نہیں ہے۔

یہ بات میری فہم قاصر میں آئی اور مجھے امید ہے کہ یہ صواب ہے اور بہر حال میں اس پر اللہ عزّ و جلّ کا شکر ادا کرتا ہوں و ھو المُستعان، و ھو حسبی و نعم الوکیل۔ یہ اس مسئلے میں ایک نئی دلیل کا اضافہ ہے، اس لیے اس پر کوئی کلام نہیں ہے۔

ایک اشکال کا حل اور تفہیم:

یہاں ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہزاروں کی بھیڑ بھاڑ سے جو اندیشۂ ضرر پایا جاتا ہے وہ پانچ افراد کی بھیڑ بھاڑ سے بھی پایا جاتا ہے پھر پانچ کی اجازت کیوں دی گئی؟

تو عرض ہے کہ:

اوّلاً: یہ وضاحت تو سرکاری حکام سے پوچھنا چاہیے جنھوں نے یہ فرق کر کے عمل درآمد کو لازمی کیا ہے، مفتی نے بس اپنی یہ ذمہ داری نبھائی ہے کہ جو ممنوع ہے اسے ممنوع قرار دیا اور جو مجاز ہے اس کی اجازت دی ہے۔

ثانیاً: ہم جن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں ان کے پیش نظر اسے بھی غنیمت سمجھنا چاہیے کہ پانچ افراد کے ذریعہ جمعہ و جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے اس سے یہ دینی فائدہ تو ہے کہ مساجد آباد رہیں گی، شعائر قائم رہیں گے۔ ہر بات میں ردو انکار کی خو اچھی نہیں، کم سے کم اقامت شعائر کے اذن پر تو سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ ارشاد نبوی: "فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ" ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

ثالثاً: خدام فقہ پر روشن ہے کہ کثیر مقامات پر قلیل معاف ہوتا ہے اور کثیر مبنائے احکام۔ جس کے کچھ اسباب ہوتے ہیں، یہاں بھی قلیل کی اجازت دینے کا کچھ سبب ہو سکتا ہے جو ڈاکٹروں سے کوئی بھی سمجھ کر اپنی تشفی کر سکتا ہے۔

یہ بندۂ بے مایہ یہ سمجھتا ہے کہ چار، پانچ افراد کے اجتماع سے روکا نہیں جا سکتا کہ کچھ کم و بیش ہر گھر میں اتنے افراد رہتے ہی ہیں "ہم دو، ہمارے دو" کے اصول پر بھی یہ اجتماع ناگزیر ہے اور جو ناگزیر ہو قانون اس سے صرف نظر کرتا ہے۔

رابعاً: مسجد میں جو پانچ افراد جمع ہوئے وہ معلوم و متعیّن ہیں ان میں سے کسی کو خدانہ خواستہ یہ مرض ہوا تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے رابطے میں کون کون لوگ رہے ہیں اس طرح طبی حراست (کوارنٹائن) میں رکھ کر سب کا علاج ہو سکتا ہے لیکن اگر ہزاروں لوگوں کا ازدحام ہوا اور ان سے ہزاروں لوگ رابطے میں رہے تو سب کا حال معلوم کرنا مشکل ہوگا اور اس طرح بیماری کنٹرول سے باہر ہو جائے گی جیسا کہ امریکہ اسپین، اٹلی، برطانیہ، وغیرہ میں ہوا۔ خدا محفوظ رکھے۔[1]

خامساً: ہر کام نہ حکومت کرے گی، نہ حکومت کا عملہ، کچھ ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

جن لوگوں کو کھانسی، زکام، بخار، سانس کی تکلیف ہو ان سے گزارش کی جائے کہ وہ اپنے گھر پر نماز پڑھیں اور جماعت قائم کرنے کے لیے چار، پانچ صحت مند افراد کا تعین کر دیا جائے تو پھر ان پانچ افراد میں وائرس کا اندیشہ کم سے کم ہو جائے گا۔ مشکل گھڑی کو اس طور پر گزارنا چاہیے کہ مسجدیں آباد رہیں، شعائر اللہ قائم رہیں، وائرس کا اندیشہ بھی امکانی حد تک کم ہو اور قانون شکنی بھی نہ لازم آئے۔

اے چمن والو، چمن سے یوں گزرنا چاہیے
باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی

ضروری آگاہی:

(الف) جتنے دلائل مذکور ہوئے ان سب میں ایک خاص بات یہ بھی جوڑیئے کہ لاک ڈاؤن اور دفعہ ۱۴۴ پر عمل درآمد کے لیے پولیس اور اعلیٰ حکام پوری طرح مستعد ہیں جہاں کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا ہے پولیس کا عملہ مسجد میں گھس کر ایک ایک کو بُری طرح سے مار مار کر نکالتا ہے اور امام و نمازی زخمی حالت میں رسوا ہو کر کراہتے ہوئے نکلتے ہیں، یہ کسی سے مخفی نہیں، جس نے نہ دیکھا وہ انٹرنیٹ پر دیکھ سکتا ہے، یا اپنے طور پر تحقیق کر سکتا ہے، لہٰذا ہمیں

---

(۱) کورونا وائرس کے تین مراحل ہیں: **پہلا** یہ کہ وائرس زدہ ملک یا شہر سے کوئی آیا تو اسے طبی حراست میں رکھا جائے کہ اس کے مبتلائے وائرس ہونے کا خطرہ زیادہ ہے۔ **دوسرا** یہ کہ جو لوگ اس کے رابطے میں رہے وہ بھی معلوم ہوتے ہیں انھیں بھی اسی شبہے کی بنا پر طبی حراست میں رکھا جائے گا، یہ دونوں مدتِ مقررہ (۱۴ سے ۲۱ دن) تک ٹھیک رہے تو ڈسچارج کر دیا جائے گا، ورنہ باضابطہ علاج ہوگا۔ **تیسرا مرحلہ** یہ کہ وائرس زدہ ملک یا ملکوں یا شہروں سے بہت سے لوگ آئے اور سب آزادی کے ساتھ ملک میں گشت کرتے رہے اس طرح سے ہزاروں لوگ ہزاروں سے ملے، پھر یہ بے احتیاطی و بے توجہی ہر صوبے اور خطّے میں رہی تو اس کا حل لاک ڈاؤن ہے، اس مرحلے میں ہر شخص شک کے دائرے میں آجاتا ہے لہٰذا سب کو روکا جاتا ہے، قلیل کا استثنا مقدور العلاج ہونے کی وجہ سے قابل لحاظ نہیں۔ ۱۲ منہ

کورونا وائرس کے ضرر کو بہر حال اس ضرر شدید سے جوڑ کر دیکھنا چاہیے، یہ ضرر کورونا کے خوف کا ہی مظہر ہے۔

جمعہ کی عظمت شان کا عالم یہ ہے کہ ایک ہفتہ کے بے نمازی بھی جمعہ کے روز اپنے کاروبار بند کرکے مسجد ضرور آتے ہیں اس لیے جب دروازہ کھلا رہے گا تو مسلمان شوق جمعہ میں مسجد آنے کی کوشش ضرور کریں گے اور آنے کی صورت میں وہی بھیانک انجام سامنے آئے گا، ہم نے لاک ڈاؤن کے پہلے جمعہ میں دروازے کی کنڈی نہ لگانے کی اجازت دی تھی مگر جب بھیانک نتائج سامنے آئے تو دوسرے جمعہ سے دروزاہ بند کرنے کی اجازت دے دی۔

ہماری شریعت کا ایک اصول "سدِّ ذرائع" بھی ہے ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مگر "سدِّ ذرائع" داب ہے اُن کی شریعت کا

بھیانک نتائج آنکھوں کے سامنے آچکے، اس کے بعد ہمارے پاس سوال آتا ہے کہ مسجد کا دروازہ بند کردیں، یا کھلا رکھیں؟

ہم نے سوچا اگر قوم علما کی ہدایت پر گھروں میں تنہا تنہا ظہر پڑھنے پر صبر کرلے تو ضرور دروازہ کھلا رہنا چاہیے، مگر ہم نے لوگوں کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ سدِّ ذرائع کے طور پر باب مسجد بند کرنے میں ہی عافیت ہے ورنہ علما و ائمہ کا سر کبھی بھی اور کہیں بھی شرم سے جھک سکتا ہے اور قوم ذلیل و رسوا ہو سکتی ہے، ہمیں حالاتِ زمانہ اور احوال ناس پر نظر رکھنے کا بھی حکم ہے اور فقہی اصول و فروع سے وابستہ رہنے کا بھی۔ اس لیے

ہم نے سب کو دیکھا، پرکھا، سمجھا اور جو کچھ سمجھا وہ سب آج آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دیا، جب مجھے ہر طرح سے اطمینان ہو گیا کہ غلقِ باب کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے تو پھر توکلا علی اللہ وہ فتویٰ جاری کر دیا کہ:

جہاں ممکن ہو دروازہ ہلکا سا کھلا رکھیں اور اگر یہ سمجھیں کہ اس میں دقت آسکتی ہے تو دفعِ ضرر کے لیے دروازہ بند رکھ سکتے ہیں، جمعہ صحیح ہو گا۔

جنھوں نے اس پر عمل کیا محفوظ رہے اور جو اس سے غافل ہوئے مشقت میں پڑے، خداے پاک انھیں اور سب کو اپنے لطف وکرم سے نوازے۔ آمین

(ب) حکومت کے اعلیٰ حکام، پولیس کا عملہ اور ان کے ذمہ داران کورونا وائرس کے اندیشۂ ضرر اور پھیلاؤ سے بچنے کے لیے زیادہ بھیڑ بھاڑ سے روکتے ہیں جیسا کہ تفصیل سے بیان ہوا، اور کمیٹی یا ٹرسٹ کے افراد ایک تو وائرس کے اندیشۂ ضرر اور پھیلاؤ سے بچنے کے لیے زیادہ بھیڑ بھاڑ سے روکتے ہیں، دوسرے پولیس کی زد و کوب اور قانونی کارروائی سے تحفظ کے لیے بھی روکتے ہیں اور بہر حال پولیس کا یہ عمل نماز یا لازم نماز سے روکنے کے لیے نہیں ہے بلکہ وائرس کے پھیلاو سے روکنے کے لیے ہے اس لیے حکام، پولیس، ٹرسٹ، کمیٹی سب کا یہ عمل براہ راست یا بالواسطہ کورونا وائرس سے بچنے، بچانے کے لیے ہی ہے تو غلقِ باب (دروازہ بند کرنا) بھی سدّ ذرائع کے طور پر اسی کورونا سے ہی بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔

مضمرات اور درخشاں جلوے :

(۱) پہلی دلیل در مختار کے جزئیہ کے یہ دو کلمات ہیں:

- وَغلقُهُ لمنع العدوّ لا المصلّي.
- لو لم يغلق لكان أحسن.

پہلے جز میں صاحب در مختار نے اشارۃً بھی اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے کہ نمازیوں پر دشمن کے حملے کا خطرہ متحقق ہے، یا مظنون بظن غالب ہے، یا مشکوک و مشتبہ ہے، لیکن اسی جزئیے میں فوراً بعد یہ فرما کر کہ "دروازہ بند نہ کیا جائے تو زیادہ اچھا ہے" واضح کر دیا ہے کہ یہاں دشمن کے حملے کا خطرہ مشکوک و مشتبہ ہے۔ یہ مضمر نہیں ہے، بلکہ اس کا جلوۂ نور حق تک رسائی کے راستے روشن کرتا ہے مگر عدم التفات کے باعث مخفی رہ گیا۔

(۲) دوسری دلیل عورتوں کو مسجد اور جمعہ و جماعت سے روکنے کا مسئلہ ہے جس کی دلیل ہدایہ میں لِمَا فيه مِن خوفِ الفتنة سے دی گئی ہے کہ عورتوں کو مسجد کی حاضری میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

(الف) فتنے کبھی عورت کی نگاہ و دل سے اٹھتے ہیں اور کبھی فاسقوں کی بدنیتی و بدنگاہی سے۔

یہ مختصر عبارت دونوں فتنوں کو شامل ہے اور دونوں کو ہی حکم

ممانعت کی علت قرار دیتی ہے خواہ یہ فتنہ تنہا تنہا پایا جائے یا اجتماعی طور پر۔ تنہا تنہا ہو تو بھی حکم ممانعت اس کے ساتھ گردش کرے گا اور کہیں دونوں کا اجتماع ہو تو یہ حکم بدرجۂ اولی گردش کرے گا۔ اور دونوں صورتوں میں چوں کہ فتنے کا محل عورتیں ہیں اس لیے ممانعت انھیں کو ہوئی۔

(ب) اس فتنے کے مختلف ادوار ہیں:

● خیر القرون ● دورِ حیا، کہ بدن پر پوشاک برقرار ہو

● دورِ عریانیت، یہ موجودہ دور ہے ● مابعد عریانیت، جس کا ذکر احادیث میں ہے۔

عہد صحابہ سے لے کر قرب قیامت تک کے یہ چار ادوار ہیں اور ہدایہ کی عبارت میں ان چاروں ہی ادوار کا احاطہ کیا گیا ہے۔

✻ ''قرن مقدس'' میں وہ دونوں طرح کے فتنے مشتبہ تھے پھر بھی ممانعت ہوئی

✻ ''عہدِ حیا'' میں ان فتنوں کے دواعی بہت بڑھ گئے تو ممانعت بدرجۂ اولی ہوئی۔

✻ ''عہد عریانیت'' میں یہ فتنہ ایک حد تک مظنون بظن غالب سمجھا جاتا ہے تو ممانعت ضرور بدرجۂ اولی ہوگی۔

✻ ''ما بعد عریانیت'' اللہ کی پناہ، جب فتنہ شکل مجسم میں موجود ہوگا تو اُس وقت ممانعت بدرجہا اولی ہوگی۔

ہر قرن اور عہد کے مفتی اس کلام وجیز و جامع سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم نے اپنے استدلال کی بنیاد قرن مقدس کے احوال پر رکھی ہے۔

(۳) تیسری دلیل ''وَیُمنع منه کلّ موذٍ'' ہے جو در مختار کی عبارت ہے، لفظ موذی مشتق ہے، اس لیے علتِ ممانعت ''ایذا'' قرار پائی۔

ہم نے اپنے فتوے میں موذی کی ایک نوع اجماعی کے تین احوال بیان کیے ہیں جو واقعہ کے مطابق ہیں، پھر تیسرے درجے کے افراد کے حکم سے استدلال کیا ہے اور کثیر یہی تیسرے درجے کے احوال والے ہیں، یہاں مُوذی کے عموم میں بد مذہب کا شمول متفق علیہ ہے اور لفظ موذی بد مذہب کے تینوں احوال کا حکم بیان کرتا ہے کسی حال کا بطور شبہہ اور کسی کا بدرجۂ اولی، ہمارا استدلال ''موذی مشتبہ'' سے ہے۔ اور ان تمام مقامات پر شبہہ سے مراد شبہہ ناشی عن دلیل ہے۔

ہمارا مقصود اس شرح و بیان سے بس یہ ہے کہ جو لوگ ان دلائل کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ سمجھ کر مطمئن ہو جائیں، اور اللہ راضی رہے، نہ کسی کی تنقید، نہ کسی کا رد۔

نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے، تیری فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے

ہم سب کے خیر خواہ ہیں اور سب کے لیے دعاے خیر کرتے ہیں۔ و ما علینا إلّا البلاغ المبین۔

خلاصۂ کلام
اور تمام مسلمان بھائیوں سے مؤدبانہ گزارش

۱- امکانی حد تک قانون کی خلاف ورزی سے بچنا واجب ہے اس لیے لاک ڈاؤن اور دفعہ ۱۴۴ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں اور اپنے وقار و شعار کو بچائیں۔

۲- ہم نے اپنے موقف پر نظر ثانی کر لی، وہ الحمد للہ حق ہے جیسا کہ اس تحریر سے عیاں ہے، موجودہ حالات اور تجربات کی روشنی میں دروازہ بند کر کے مخصوص تعداد میں لوگ جمعہ پڑھیں، تاکہ شعار قائم رہے۔

۳- ہمیں احساس ہے کہ آپ کو جماعت جمعہ میں حاضری کا بے پناہ شوق ہے، یہی حال رمضان کی جماعتِ پنج گانہ اور جماعتِ تراویح کا بھی ہے، ان سے محرومی سوہانِ روح سے کم نہیں، لیکن خداے کریم کی رحمت سے امید رکھیے، جو لوگ کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے محروم ہو رہے ہیں امید ہے کہ رب کریم انھیں محروم نہ فرمائے گا، اور رمضان کی جماعت جمعہ، جماعتِ پنج گانہ، جماعتِ تراویح سب کا ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اس لیے آپ جماعت کے لیے مسجد کے پاس یا کہیں بھی ہجوم نہ کریں، اپنے گھروں میں جماعت سے یا تنہا اخلاص کے ساتھ سب نمازیں پڑھیں خداے پاک کے خزانۂ کرم میں کوئی کمی نہیں ہے۔

☆☆☆☆

زیادہ لوگوں کے مساجد میں نماز پڑھنے کے لیے انتظامیہ کے شرائط

شرعی احکام اور مشورے

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

ہمارا ایمان ہے کہ کوئی بھی شخص کیسے ہی محفوظ محل یا مقام پر ہو، وباؤں سے دور اور ذہنی ٹینشن سے بے نیاز عیش کی زندگی گزار رہا ہو مگر جب اس کی موت کا وقت آجائے گا تو اس کی روح فوراً قبض کر لی جائے گی اور وہ ایک سیکنڈ بھی نہیں جی سکتا، تاہم ضرر اور ہلاکت کے اسباب سے بچنا اربابِ شریعت اور عُقلا کے نزدیک مسلّم ہے۔

زَہر مت کھا، پاس گر تریاق ہو
آگ سے بچ، گرچہ پانی پاس ہو

اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا رکھیے اور کورونا وائرس کے ضرر اور ہلاکت خیزیوں سے بچنے کی تدابیر ضرور اپنائیے۔

۲۵/ مارچ ۲۰۲۰ء سے لاک ڈاؤن کا سلسلہ شروع ہوا تھا، اُس وقت ملک میں صرف پانچ سو کے قریب مریض تھے، اور یکم جون ۲۰۲۰ء سے ”لاک ڈاؤن – ۵“ میں راحت دی گئی ہے تو اس کے بعد یومیہ دس ہزار کے قریب مریض سامنے آرہے ہیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلط ملط جب زیادہ بڑھ جائے گا تو حال کتنا بُرا ہو گا، اس لیے احتیاط برتیں اور اپنی حفاظت آپ کریں۔

لاک ڈاؤن کے پہلے روز سے ہی جمعہ اور جماعت کے لیے پانچ نفر کو مسجد جانے کی اجازت دی گئی تھی، اب پانچ، پانچ کر کے باری، باری کثیر جماعتوں کی اجازت دی گئی ہے مگر ساتھ ہی اس کے لیے بہت سی شرطیں بھی رکھی گئی ہیں، مثلاً:

• سینی ٹائزر • انفرا ریڈ تھرمامیٹر • اور پلس آکسی میٹر کا انتظام رہنا چاہیے۔

• حوض • اور وضو خانے بند رہیں • نمازی صفوں میں مناسب فاصلے پر کھڑے ہوں۔

• ماسک اور فیس کَوَر کا استعمال لازمی ہے۔ • عبادت خانے میں داخلے سے قبل اپنے ہاتھوں اور پیروں کو صابن یا سینی ٹائزر سے دھوئیں۔ • روزانہ مسجد کی صفائی کی جائے۔ • ہر نمازی اپنے ساتھ مصلیٰ لے کر آئے اور اسی پر نماز پڑھے، مساجد میں رکھی ہوئی مذہبی کتابوں کو ہاتھ نہ لگائے۔

اب ہماری گزارش: کھلی ہوئی بات ہے کہ مساجد کی انتظامیہ ان تمام باتوں کا انتظام نہیں کر سکتی۔ ☆ حکومت کر سکتی ہے مگر وہ کیا کیا کرے، اس سے بھی فی الحال ایسی کوئی توقع نہیں۔ ☆ فرض کیجیے آپ کو ایک وقت نماز میں مثلاً دس جماعتوں کی اجازت دے دی جائے تو بھی پچاس آدمی نماز پڑھ سکیں گے جب کہ بڑی آبادیوں میں ایک، ایک وقتِ نماز میں کچھ کم و بیش دو، دو سو نمازی رہتے ہیں، باقی تو پھر بھی محروم رہے۔ ☆ پہلے پابندی تھی تو سب کو صبر تھا، اب یک گونہ پابندی ہٹ گئی ہے تو سب مسجد میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے، مساجد کی انتظامیہ انھیں کنٹرول نہیں کر پائے گی، اور ساتھ ہی مساجد کو قابلِ اعتراض بھیڑ بھاڑ سے بچایا بھی نہیں جا سکتا۔ روکنے پر شور و غوغا اور جھگڑا بھی ہو سکتا ہے جو ایک الگ فتنہ ہو گا۔ ☆ اور جمعہ کے روز جب بھیڑ امڈے گی تو اس کی روک تھام تو بہت ہی دشوار ہے۔ ☆ ایسے حالات میں ایک، دو میٹر یا کم، زیادہ فاصلے پر ہر نمازی کو کھڑا کرنا بھی مشکل امر ہو گا، یہ انتظام امام اور انتظامیہ کے بس سے باہر ہے۔ ☆ پھر صفوں میں فاصلہ رکھنا اصالۃً ترک واجب ہے، یوں ہی سینی ٹائزر کا استعمال بھی اصالۃً ناجائز ہے ایک نمازی کے لیے یہ دونوں کام بھی مشکل ہیں۔ ☆ اور خدا نہ کرے کہیں کورونا وائرس پھیلتا ہے تو آپ الزام سے بچ نہیں سکتے جس کے باعث مساجد کا تقدس بھی پامال ہو سکتا ہے، اگرچہ یہ حکمِ شرعی میں تخفیف کا باعث نہیں، نہ اس کا کچھ اثر ہے، پھر بھی بدنامی مول لینا کوئی اچھا کام تو نہیں، اس سے تو بچنا ہی چاہیے۔ ارشادِ نبوی ہے:

”إياكَ وَمَا يسُوءُ الأُذنَ“ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:۱۱۹۷)

جو بات کان کو (سننے میں) بُری لگے اس سے بچو۔

اس لیے مسلمان بھائیو! آپ اپنے جذبات پر کنٹرول کریں، صبر

صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

سے کام لیں، مساجد کے تقدس کو بچائیں، اک ذرا بھول سے بڑا نقصان ہوسکتا ہے۔

ساتھ ہی آپ کو کئی ایک خلاف شرع کام بھی کرنے پڑ سکتے ہیں اس لیے آپ اپنے اس **خیر خواہ کی بات گوشِ دل سے سنیں** اور قبول فرمائیں:

شرعی احکام: (۱): جن علاقوں میں پانچ آدمیوں کو باری، باری شریک جماعت ہونے کی اجازت ہے وہاں پانچ آدمی پہلے کی طرح مسجد میں جائیں، ایک امام اور چار مقتدی۔ اور جماعت قائم کرلیں۔ باقی لوگ اپنے گھروں میں رہ کر نمازیں ادا کریں، کوئی امام ملے تو جماعت سے، ورنہ تنہا تنہا پڑھیں۔

(۲)- جمعہ کے روز بھی حسبِ معمولِ سابق جمعہ قائم کریں، اور بعد سلام اعلان کردیں کہ لوگ اب اپنے گھروں میں تنہا تنہا ظہر کی نماز ادا کرلیں۔ جمعہ کی چار، پانچ جماعتیں قائم کرنے میں شرعی اور انتظامی دشواریاں ہیں، پھر پانچ جماعتوں میں صرف ۲۵ لوگ جمعہ پڑھ سکیں گے، باقی سیکڑوں، ہزاروں لوگ تو محروم ہی رہیں گے اس لیے ایک بار کی جماعت کو کافی سمجھیں۔

آپ چوں کہ قانون کی پابندی کی وجہ سے مسجد میں حاضر نہیں ہورہے ہیں اس لیے آپ کو مسجد کی جماعت وجمعہ کا ثواب گھر میں ظہر پڑھ کر بھی اِن شاء اللہ ملے گا۔ کھانسی، بخار، سانس کے مریض اور ۶۵/ سال یا زائد عمر کے لوگ اور دس سال تک کے بچے جماعت میں نہ جائیں، صرف صحت مند لوگ جائیں۔

(۳)- گھر سے اچھی طرح وضو بنا کر جائیں، اور فرض سے پہلے اور بعد کی سنتیں گھر پر پڑھیں، یہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے، اسی پر صحابہ کرام کا عمل تھا، یہی اصل حکم شرع ہے، اس لیے اسے عجیب سا نہ محسوس کریں، بلکہ خوش دلی کے ساتھ سنت رسول اور سنت صحابہ پر عمل کی نیت سے سنتیں گھر پر پڑھیں۔

(۴)- جن آبادیوں میں پنج وقتہ نمازی دس، بارہ ہوں وہ دو جماعت کر سکتے ہیں کہ اس طرح وہاں کے تمام نمازی جماعت میں شریک ہوں گے۔ اور یہ لحاظ وہ بھی رکھیں کہ فرض سے پہلے اور بعد کی سنتیں گھر میں ادا کریں اور دوسری جماعت کا وقت آنے سے پہلے یہ مسجد سے جا چکے ہوں۔

(۵)- جن بلاد اور مقامات میں سب کو فاصلہ رکھ کر شریک جماعت ہونے کی اجازت ہے وہاں دو بار جمعہ کی جماعت قائم کرنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہاں کا قاضی اسلام یا مرجعِ فتوی سنی عالم دین کسی اہل کو دوسری جماعت کا امام مقرر کردے، اس کے بعد دوسری جماعت کے وقت کا اعلان کر دیا جائے اور کوشش ہو کہ اس سے پیشتر ہی پہلی جماعت کے سارے لوگ مسجد خالی کر چکے ہوں تاکہ خلط ملط نہ ہو۔

صفوں میں فاصلہ رکھنا کب جائز، کب ناجائز؟

اس بارے میں ہم امام اہل سنت، اعلی حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک فتوے کے دو، تین اقتباسات پیش کرتے ہیں جو بجائے خود دونوں سوالوں کے جواب ہیں:

پہلے آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ:

• صفوں کے بارے میں تین باتوں کی بڑی تاکید ہے، **پہلی بات: تَسوِیہ**: کہ صف برابر ہو، خم نہ ہو، کج نہ ہو، مقتدی آگے، پیچھے نہ ہوں۔ **دوسری بات: اِتمام**: کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری صف نہ لگائیں۔ **تیسری بات: تَراصّ**: یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ شانہ سے چھلے۔ یہ تینوں امر شرعاً واجب ہیں۔

(فتاوی رضویہ- التقاط وتسہیل کے ساتھ - ج:۳، ص:۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، سنی دار الاشاعت، مبارک پور و رضا اکیڈمی، ممبئی)

• اس کے بعد آپ یہ فیصلہ کن فرمان رقم فرماتے ہیں:

”صف میں کچھ مقتدی کھڑے، کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اول یعنی تَسوِیۂ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا . . . ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل و کاہلی کے سبب بے معذوریِ شرعی بیٹھیں گے تو فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم (اِتمامِ صف) و سوم (تراصّ، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونا) کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں، ان بیٹھنے والوں کو خود فسادِ نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا، مگر انہیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہو گا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے، ان پر لازم تھا کہ انہیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دور کریں، **ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور قطعِ صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں۔** (فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۳۸۷، سنی دار الاشاعت، مبارک پور و رضا اکیڈمی، ممبئی)

• اسی فتوے کا آخری جملہ یہ ہے: **”ورنہ بحالِ فتنہ قدر میسور**

پر عمل چاہیے۔" (ایضا، ص:۳۸۸)

ان دونوں اقتباسات کا حاصل یہ ہوا کہ:

(الف) صفوں کے درمیان جگہ خالی چھوڑنا جائز نہیں، جو نمازی خالی جگہ بھرنے پر قادر ہوں اور نہ بھریں تو گنہ گار ہوں گے۔

(ب) ہاں کسی وجہ سے انھیں وہ خالی جگہ بھرنے پر قدرت نہ ہو تو معذور ہوں گے، انھیں قدرِ میسور پر عمل چاہیے۔

لہٰذا جہاں انتظامیہ سخت ہو، مثلاً جماعت اور صفوں پر نظر رکھے۔ خلاف ورزی پر قانونی کار روائی کرے اور یہ عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں کثیر لوگوں کو جماعت وجمعہ کی اجازت ہو، یا وہاں کورونا کے مریض زیادہ پائے جاتے ہوں تو وہاں نمازی معذور ہیں۔ صف میں فاصلہ رکھ کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

اور جہاں انتظامیہ نرم ہو، رعایت سے کام لے، صَرفِ نظر کرے۔ اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کورونا کے مریض نہ ہوں، یا تھے مگر اب صحت مند ہو چکے ہوں، یا برائے نام ہوں۔ وہاں آپ اپنے دل سے فتوی لیں، کبھی کبھی اپنے دل سے بھی فتوی لینے کی اجازت ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "استفتِ قلبَك وإن افتاكَ النّاس." (سنن الدارمی، ج:۳، ص: ۱۶۴۹، باب: دَع ما یریبك، دار المغنی) اپنے دل سے فتویٰ پوچھو، اگرچہ علما نے تجھے فتوی دیا ہو۔ اور بہر حال کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہونا حکومت کے قانون کے خلاف ہے اور ایسے قانون کی خلاف ورزی میں بہر حال خطرہ ہے جو حرج وضرر کا باعث ہے، لہٰذا آپ خطرے اور ضرر سے بچیں۔

صفوں کے یہ احکام واجباتِ نماز سے نہیں: واضح ہو کہ صفوں کے اِتمام اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کے احکام واجباتِ نماز سے نہیں، بلکہ واجباتِ صفوف سے ہیں، چناں چہ عمدۃ القاری میں ہے:

"التَّسْوِيَة وَاجِبَة بِمُقْتَضِي الْأَمر، وَلَكنهَا لَيست من وَاجبَات الصَّلَاة بِحَيْثُ أَنه إِذا تَركهَا فَسدتْ صلَاته أَو نقَّصتها." (عمدۃ القاری، ج:۵، ص:۳۷۱، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: فرمان رسالت کے مطابق صفوں کو سیدھی رکھنا واجب ہے، لیکن یہ واجبات نماز سے نہیں کہ چھوڑ دے تو نماز فاسد یا ناقص ہو جائے۔

یوں بھی کتبِ فقہ میں فرائض اور واجبات نماز میں کہیں اس کا ذکر نہیں جو اس کے واجبات نماز سے نہ ہونے کی کھلی دلیل ہے، یہی حال اِتمام اور تراصّ کا بھی ہے کہ یہ بھی واجباتِ نماز سے نہیں، نہ ہی کتبِ فقہ میں واجباتِ نماز میں کہیں ان کا ذکر ہے۔

ایسے واجبات کا ترک قصداً، بلا عذر ہو تو گناہ ہوتا ہے مگر نماز بلا کراہت صحیح ہوتی ہے اور اگر ترک، عذر کی وجہ سے ہو تو قطعِ صف کا گناہ بھی نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہوتی ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو رکوع میں پایا تو صف کے پیچھے ہی تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلے گئے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "زادكَ اللهُ حِرصاً ولَا تعُدْ" اللہ تجھے اور زیادہ نماز کا شوق بخشے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان/باب اذا رکع دون الصّف)

ظاہر یہ ہے کہ اگلی صف میں گنجائش تھی تو ان پر اتمام واجب تھا اس لیے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لازمی طور پر انھیں دوبارہ ایسا کرنے سے ممانعت فرمادی مگر نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا، حالانکہ آپ نے ایک صحابی کو واجب نماز کے ترک پر "صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" فرما کر اعادہ کا حکم دیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم شریف اور جامع ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِتمامِ صف واجباتِ نماز سے نہیں۔

فتاوی رضویہ کے اس اقتباس سے بھی یہی عیاں ہوتا ہے کہ:

"زید نے در میں نماز ناجائز بتائی، یہ زیادت ہے، ناجائز نہیں، ہاں امام کو مکروہ ہے۔" (ج:۳، ص:۴۳، باب اماکن الصلاۃ، سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

اس فتوے میں پہلے یہ صراحت کی گئی ہے کہ در میں صف قائم کرنے سے صف قطع ہوتی ہے جو مکروہ تحریمی و ناجائز ہے، اس کے بعد یہ وضاحت ہے کہ "در میں نماز ناجائز نہیں" یعنی مکروہ تحریمی نہیں، ہاں امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قراءتِ قرآن ترتیب کے موافق واجب ہے، قصداً کسی نے اس کے خلاف کیا تو گنہ گار ہوگا، مگر نماز صحیح ہو گی اور بھول کر ہو تو گناہ بھی نہ ہوگا اور نماز بھی صحیح ہو گی۔

رد المحتار میں ہے: قالوا: يجب الترتيبُ في سُوَرِ القرآن،

فلو قرأ منكوسا اثم، لكن لا يلزمه سجود السّهو؛ لأنّ ذلك مِن واجبات القراءة. لا من واجبات الصلاة كما ذكره في البحر، في باب السّهو.

(ردالمحتار، ج:۱،ص:۱۴۸، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا)

ترجمہ: فقہا فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی سورتوں میں ترتیب واجب ہے، لہذا اگر کسی نے الٹا پڑھا تو گنہ گار ہوگا، لیکن اس پر سجدۂ سہو نہیں واجب ہوگا، اس لیے کہ یہ قراءت کے واجبات سے ہے، نہ کہ نماز کے واجبات سے۔ ایسا ہی بحر الرائق کے بابُ السّہو میں ہے۔

ردالمحتار میں ہے: لأن ترتيب السُّور في القراءة من واجباتِ التلاوة، فإنما جوّز لِلصِّغَار تَسهيلاً لضرورة التعليم. (ردالمحتار، ج:۲،ص:۲۶۹، فصل فی القراءۃ خارج الصّلاۃ، زکریا)

ترجمہ: قراءت میں سورتوں کی ترتیب واجباتِ تلاوت سے ہے اور بچوں کے لیے خلاف ترتیب قراءت کی اجازت تعلیم کی ضرورت کی وجہ سے تیسیراً ہے۔ بہار شریعت میں ہے:

”بچوں کی آسانی کے لیے پارۂ عم خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ:۳،ص:۵۵۰، مکتبۃ المدینہ)

یہ فقہی عبارات دو اہم باتوں کی رہنمائی کرتی ہیں:

(۱)- قرآن پاک کی قراءت ترتیب قرآن کے مطابق واجب ہے لیکن یہ واجبات نماز سے نہیں، بلکہ واجباتِ قراءت سے ہے اس لیے اگر نمازی نے بھول کر خلافِ ترتیب قراءت کر دی تو نماز مکروہ نہ ہوگی، نہ ہی اس کی تلافی کے لیے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۲)- تعلیم قرآن کی آسانی کے لیے بچوں کو خلاف ترتیبِ قرآن پڑھنا، پڑھانا جائز ہے۔ ان دونوں ہدایات کو سامنے رکھ کر آج کی قانونی مجبوری کے دور میں صفوف میں فاصلے کا حکم بھی آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے کہ صفوف میں تراصّ اور اتمام بھی واجباتِ نماز سے نہیں اور یہاں بھی لوگوں کو حرج و ضرر سے بچنے، بچانے کے لیے تیسیر کی حاجت شرعی ہے۔ ”مَا ضَاقَ امرٌ اِلَّا اتَّسَعَ قَالَ اللّٰهُ تَعالیٰ: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ.“

لہٰذا جن مقامات یا بلاد یا ممالک میں صفوف میں سوشل ڈسٹینسنگ سے چارہ نہ ہو وہاں کے مسلمان اس حکم شرعی کو اختیار کر سکتے ہیں۔

سینی ٹائزر کا حکم: سینی ٹائزر میں ستر فیصد یا کم و بیش الکحل کی آمیزش ہوتی ہے اور الکحل ناپاک ہے۔ اور پاک بدن کو ناپاک کرنا حرام، اس لیے اس کی جگہ صابن یا ہینڈ واش استعمال کریں، ہینڈ واش بھی ایک طرح کا سینی ٹائزر ہے۔ ہاں! اگر ہاسپیٹل اور بینکوں، آفسوں یا دیگر بلاد و ممالک میں سینی ٹائزر کا استعمال لازمی قرار دیا گیا ہو تو خاص ایسے افراد و بلاد کے لیے بوجہ مجبوری، اور جراثیم کش ہونے کے باعث بہ نیت علاج بھی اس کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیصل بورڈ نے الکحل آمیز دواؤں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ اس بورڈ کے صدر حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ تھے۔ تفصیل کے لیے ”مجلس شرعی کے فیصلے“ جلد اول دیکھیں مگر ہمارے دیار ہند میں صابن کے استعمال کی بھی اجازت ہے اور اس سے بھی کام چل جاتا ہے اور یہ ہر جگہ بکثرت مہیا بھی ہے، اس لیے یہاں بچنا چاہیے۔ سنا ہے کہ اب بغیر الکحل کے بھی سینی ٹائزر تیار ہو چکا ہے اگر واقعی ایسا کوئی سینی ٹائزر ہے تو اسے بلا دغدغہ استعمال کر سکتے ہیں۔

ماسک اور فیس کوَر کا حکم: ہمارے فقہا نے ناک اور منھ چھپا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بتائی ہے کہ اس میں مجوس سے تشبُّہ ہے جیسا کہ در مختار اور ردالمحتار میں اس کی صراحت ہے، مگر موجودہ حالات میں ماسک یا فیس کوَر کسی قوم خاص کا شعار نہیں، نہ ہی اس کے استعمال سے کسی قوم سے مشابہت کا شبہہ ہوتا ہے، آج تو ہر قوم اسے استعمال کر رہی ہے اس لیے آج نہ یہ مجوس کا شعار ہے، نہ ان سے کوئی تشبُّہ۔ بلکہ مقصد بھی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کورونا وائرس کے ضرر سے بچنا ہے۔ اس لیے جہاں اس کا استعمال نماز کی حالت میں بھی قانوناً لازمی ہو وہاں مسلمان استعمال کر سکتے ہیں اور جہاں حالت نماز میں قانوناً اس کا استعمال لازم نہ ہو تو بچنا چاہیے، ہر جگہ، اور ہر ملک کے لوگ اپنے اپنے یہاں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر خود فیصلہ لیں۔ شِعار و تشبُّہ کی بحث فتاوی رضویہ، جلد نہم میں اور تفصیل میری کتاب ”فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول“ مطبوعہ مکتبہ برہانِ ملت، مبارک پور میں ہے۔

آگاہی: اور بہر حال کہیں بھی نہ پولس سے الجھیں، نہ قانون اپنے ہاتھ میں لیں، نہ ضرر لیں، نہ کسی کو ضرر دیں۔ ہم دنیا میں جہاں بھی رہتے ہیں وہاں کے ملکی دستور کے پابند عہد ہیں، اس لیے اس کا خیال ہمیشہ رہنا چاہیے، ارشاد باری ہے: ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ“ اے ایمان والوں اپنے عہد پورا کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کے مسائل اور چند غلط فہمیاں

محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

عبادات الٰہیہ میں غور کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عبادت قربانی چاہتی ہے، قربانی کے بغیر عبادت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قربانی کبھی وقت کی ہوگی کبھی جان و مال کی ہوگی، کیا یہ بات صحیح ہوگی کہ قربانی بھی دی جائے اور عبادت بھی صحیح نہ ہو، تو عبادت کی درستگی کے لیے صحیح مسائل سے آگاہی بہت ضروری ہے، تبھی ہم عبادات بطریق احسن ادا کرسکیں گے۔

یوں ہی قربانی جو کہ ہر مالک نصاب پر واجب ہوتی ہے عبادت بھی ہے اور حقیقی قربانی بھی، اس میں بہت سے لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں، اور اپنی کم علمی کی وجہ سے اپنی قربانیوں کو برباد کرتے ہیں اور صحیح مسائل جاننے کی زحمت نہیں کرتے یا ضروری نہیں سمجھتے اور اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ ہم نے تو قربانی کر دی، لہٰذا ایسوں کو چاہیے کہ دین کے ضروری مسائل سیکھیں، اپنی عبادات اور قربانیوں کو صحیح طریقے سے ادا کریں۔

عوام میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہتے ہیں کہ پچھلی بار ہم نے دادا کے نام سے قربانی کی تھی اس بار نانا کے نام کرنا ہے، پچھلی بار حضور اکرم ﷺ کے نام کی تھی اس بار بڑے پیر صاحب کے نام کرنا ہے، ایسے ہی بزرگان دین یا دیگر رشتے داروں کے نام گنانے لگتے ہیں، ایسے لوگ اچھی طرح یاد رکھیں کہ جب تک اپنے ذمے کی واجب قربانی نہیں کریں گے تب تک کوئی نفلی قربانی قبول نہیں ہوگی۔

بسا اوقات یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ گھر کے ذمہ دار یعنی باپ کا انتقال ہو گیا ہے اور تمام بچوں کا مشترکہ کاروبار ہے اور سبھی مالک نصاب ہو جاتے ہیں تو تمام بھائیوں پر قربانی واجب ہوگی، ایسا نہیں ہے کہ صرف بڑے بھائی کے قربانی کرنے سے دوسروں کی قربانی ساقط ہوجائے، بلکہ سب کو قربانی کرنی ہوگی، یوں ہی ایک شکل یہ ہے کہ تمام لڑکے کاروبار سے پیسے کما کر اپنے باپ کو دے دیتے ہوں جو سب کا ذمے دار ہے اور خود اتنا پیسا نہ رکھتے ہوں جو نصاب تک پہنچ جائے تو اب صرف اسی ذمہ دار باپ پر قربانی واجب ہوگی جس کے پاس نصاب بھر مال ہے، دوسرے بیٹوں کے پاس نصاب تک مال نہ ہونے کی صورت میں ان پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔

قربانی کے دنوں میں بھی اگر کسی کے پاس اتنا مال آ گیا جو نصاب تک پہنچتا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہوجاتی ہے زکوۃ کی طرح سال گزرنا ضروری نہیں اور قربانی کے ایام ختم ہونے سے پہلے پہلے قربانی کرنا ضروری ہے ورنہ گناہ گار ہوگا اور بعد میں قربانی کے برابر صدقہ کرنا بھی ضروری ہوگا۔ یہ قربانی آنے والے سال کرنے سے ادا نہ ہوگی۔ ہاں آئندہ سال قربانی کے دنوں میں اگر مالک نصاب رہا تو اس سال کی قربانی کرنی واجب ہوگی۔

ایک شکل یہ ہے کہ باپ کا انتقال ہو گیا اب اس کے دو یا چار یا اس سے زیادہ بیٹے ہیں اب مال اگرچہ مشترک ہے، جب تقسیم کریں گے تو سب مالک نصاب بن جائیں گے (اگرچہ ابھی تقسیم نہیں کیا) تو ہر ایک کو اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ مرحوم باپ کی طرف سے ایک قربانی کر دی یا مال جو موجود ہے اس کے نام سے ایک قربانی کر دی اور سمجھ لیا کہ سب بیٹے بری الذمہ ہو گئے۔ یوں ہی ایک بھائی، بڑے ہوں یا چھوٹے کی طرف سے قربانی کی تو سب کی نہیں ہوگی صرف اس ایک ہی کی ہوگی جس کے نام سے قربانی کی گئی۔

یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ عیب دار جانور کی قربانی کر دیتے ہیں یا ایسا عیب جس کے ہونے سے قربانی کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس کے عیب ہونے کے شک میں قربانی نہیں کرتے، ہر کوئی اتنی استطاعت والا بھی نہیں ہوتا کہ فوراً وہ دوسرا جانور لا کر قربانی کرے، اس لیے ہر قربانی کرنے والے کو ضروری مسائل سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے، آج کل اینڈرائڈ موبائل کا دور ہے جس کے ذریعے مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہوجاتی ہے، لہٰذا ایسے موقعے پر اس کا بہتر استعمال کیا جائے۔

غازی پور کے ایک بھائی (حافظ محمد زبیر قادری) نے بڑے جانور کے کسی عیب سے متعلق مسئلہ پوچھا، تو میں نے کہا کہ فوٹو کھینچ کر بھیجیے تاکہ آسانی سے مسئلہ سمجھ میں آجائے تو فوٹو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ عیب نہیں ہے، اس کی قربانی درست ہے، جب کہ لوگ اسے عیب گمان کر رہے تھے۔ اس مثال سے یہ ثابت ہوا کہ کم ہی لوگ اس طرح باریک بینی سے غلط فہمیوں کو دور کر کے اپنی قربانیاں درست کرتے ہیں۔

Arifnomani2016@gmail.com

یہ بات بھی عوام میں پائی جاتی ہے کہ جس کا عقیقہ نہیں ہوا ہے اس کی قربانی صحیح نہیں، حالانکہ قربانی کا عقیقے سے کوئی تعلق نہیں، بغیر عقیقے کے بھی قربانی درست ہوگی، عقیقہ کا مسئلہ الگ ہے، قربانی کا الگ، ہاں بڑے کے حصے میں قربانی کے ساتھ ساتھ عقیقہ بھی ہو سکتا ہے، اس کے لیے الگ سے جانور لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ عقیقہ سنت ہے استطاعت ہونے پر زندگی میں ایک ہی بار کرنا ہے، اگر باپ نے کسی وجہ سے عقیقہ نہیں کیا تو خود آدمی اپنا عقیقہ بھی بڑے ہو کر کر سکتا ہے۔ اور عمر بھر میں کبھی بھی کر سکتا ہے ہاں بہتر یہ ہے کہ بچے کا عقیقہ پیدا ہونے کے ساتویں روز کیا جائے۔

بسا اوقات گھر کے ذمہ دار نے اپنی طرف سے قربانی کر دی، لیکن عورتوں کے پاس اتنی مالیت کے زیورات ہیں جو نصاب کو پہنچتے ہیں اور ان کی مالک خود عورت ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، غفلت میں عورتیں قربانی نہیں کراتیں یا شوہر کی طرف سے قربانی کو کافی سمجھتی ہیں، ان کو چاہیے کہ ایسے مسائل کو اچھی طرح سے سمجھ لیں تاکہ جن جن پر قربانی واجب ہے وہ ادا ہو سکیں۔

قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا مستحب ہے ایک حصہ فقرا و مساکین کے لیے، ایک حصہ دوست احباب کے لیے، ایک حصہ گھر والوں کے لیے۔ تو جن کے دوست احباب کچھ غیر مسلم بھی ہوں تو وہ ان کو شامل نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔ قربانی کا گوشت پکا کر بھی غیر مسلم کو نہیں کھلا سکتے، ہاں الگ سے گوشت خرید کر ان کو کھلا سکتے ہیں اور دے بھی سکتے ہیں۔ جن کو تعلقات نبھانا ہے ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے تاکہ شرعی مسئلے پر عمل بھی ہو جائے اور تعلقات بھی بحال رہیں۔

کہیں کہیں قصائی قربانی کا گوشت اجرت کے طور پر مانگ کر لے جاتے ہیں یا گھر والے اجرت میں گوشت دے دیتے ہیں، قصائی کو قربانی کا گوشت یا چمڑا اجرت میں دینا جائز نہیں ہے، ہاں اجرت کے بعد تبرعاً (بطور نفل) دے سکتے ہیں۔

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تینوں رگ کاٹنا ضروری ہے، اگر ذبح کرنے والا تینوں رگ نہیں کاٹ سکا اور قصائی کو چھری دے دی تو اس سے بھی کہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر بقیہ رگ کاٹے اگر بغیر بسم اللہ پڑھے بقیہ رگ کاٹ دی تو قربانی نہیں ہوئی، بسم اللہ پڑھ کر شہ رگ کاٹنا ضروری ہے۔ اس سے بہت لوگ غفلت برتتے ہیں، خاص طور سے اس وقت جب ذبح کرنے والا کوئی کمزور ہو، اس پر توجہ دینا ضروری ہے۔

سات حصے والی قربانی میں گوشت تول کر سب کو برابر برابر تقسیم کیا جائے، پائے اور کلیجی سب کو گوشت میں ملا دیا جائے تاکہ تقسیم میں پریشانی نہ ہو، یا ساتوں افراد کسی آٹھویں کو بالاتفاق پورے گوشت کا وکیل بنا دیں تو اب اسے اختیار ہے جس کو جتنا چاہے دے، ایسی صورت میں تولنے کی ذمہ داری سے بچا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: قربانی اگر منت کی ہے تو اوس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیا کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ نہ خود کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵، صفحہ ۳۴۵)

مسئلہ: ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کر لیا جائے (بارہا کا تجربہ ہے کہ قصائی حضرات گھر میں جتنی چھریاں رکھی رہتی ہیں بقر عید پر سب کو نکال دیتے ہیں اور قربانی کے لیے دے دیتے ہیں، جب چھری چلائی جاتی ہے تو چلنے کا نام نہیں، تو جانور کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ خود بھی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا چھریوں پر دھیان دینا بہت ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ جانور ڈبل قربانی سے گزرے) اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے، اس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے، اس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں اور بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو، حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: "کھڑی ہو جاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کہ اس کے خون کے پہلے ہی قطرے میں سب کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس پر ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا نبی اللہ (ﷺ) یہ آپ کی آل کے لیے خاص ہے یا آپ کی آل کے علاوہ عامہ مسلمین کے لیے بھی، فرمایا کہ میری آل کے لیے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵، صفحہ ۳۴۴)

مسئلہ: اونٹ اور بھینس کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ (صرف) گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ (در مختار، بحوالہ بہار شریعت، حصہ ۱۵ صفحہ ۳۴۳)

کافر ہونے میں اہل سنت و جماعت کے علاوہ سارے فرقہاے باطلہ ہیں جن کے عقائد گستاخانہ ہیں، لہٰذا حصہ میں قربانی کرتے وقت حصے داروں کو خوب چھان پھٹک کر شامل کریں، حصہ داروں میں سارے اہل سنت ہی ہونے ضروری ہیں ورنہ قربانی درست نہیں ہوگی۔

یہ چند عوامی غلط فہمیاں جو سامنے آئیں نقل کر دی گئیں، بقیہ قربانی کے مسائل سیکھنے کے لیے بہار شریعت کا پندرہواں حصہ، قانون شریعت وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ☆☆☆

حالتِ اقامت کی قربانی کو سفر میں کرنا

مفتی محمد قمرالحسن قادری

یوروپ اور امریکہ میں کبھی کبھی مسائل شرعیہ کے تعلق سے بڑے مشکل لمحات آتے ہیں مگر فقہ حنفی کی جامعیت ایسی ہے کی کچھ نہ کچھ حل نکل آتا ہے۔ قیاس کی برکتیں ایسی ہیں کہ پوری امت اس سے فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ نوپید مسائل اور اسلام کا عالمی فروغ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ نئے مسائل کے حل کے لئے شرع میں ایسے اصول موجود ہوں جن کی روشنی میں نوپید مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور وہ قیاس ہے کہ علت مشترکہ یا نظائر سے مسئلے کا حل ممکن ہو جاتا ہے۔ یوروپ اور امریکہ میں اب چونکہ مسلمان کثرت سے آرہے ہیں اور اپنے اسلامی تشخص اور کردار کو بچانے کیلئے وہ انتھک کوشش کرتے ہیں۔ یہاں کا معاشرتی نظام، ایشیائی نظام سے بڑا مختلف ہے۔ اس میں سے ایک مسئلہ جو زیر بحث ہے وہ بھی ہے۔

امریکہ میں بعض بعض جگہ مذبح (Slaughter House) بہت دور دور ہوتے ہیں۔ یہ ان کے حفظان صحت کے اصولوں میں سے ہے۔ چنانچہ بعض جگہوں پر شہر سے اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں کہ وہاں اگر ذبح کے لیے جایا جائے تو مسافر کا حکم ہو جاتا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر لوگ نماز بقر عید پڑھ کر ذبح کرنے کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ اس پر ایک استفتاء ہمارے یہاں النور مسجد کے دارالافتا میں آیا۔ سوال یہ تھا کہ ہم اتنی دور ذبح کرنے جاتے ہیں تو ہم مسافر ہو گئے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، تو کیا ہمارا قربانی کرنا ہمارے اوپر عائد وجوب کو ساقط کرتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ قربانی کے بعد ہم لوگ اپنے گھر واپس آجاتے ہیں۔ اس تعلق سے راقم الحروف نے فتویٰ صادر کر دیا مگر خیال آیا کہ اس کی مزید وضاحت مالہ وماعلیہ کے ساتھ ہو جائے۔ فالحمدللہ۔

ائمہ مجتہدین کے درمیان قربانی کے حکم کے بارے میں قدرے اختلاف ہے، جو درج ذیل ہے۔

احناف: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ (فتح القدیر ج ۸، ص ۴۲۵ کتاب الاضحیۃ/نصب الرایہ مع الھدایہ، ج ۴، ص ۴۹۶، کتاب الاضحیہ)

مالکیہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے، واجب نہیں اور جس کو قدرت ہو اس کا چھوڑنا مکروہ ہے۔ (الفوائد الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، ج ۴، ص ۲۰۴۷۔ المطلب الثانی حکم الاضحیہ)

شافعیہ: منفرد پر ساری عمر میں ایک مرتبہ سنت عین۔ اگر اہل خانہ میں متعدد لوگ ہوں تو سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک کی طرف سے بھی کر دی جائے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائیگی۔ (ایضا)

احناف کے نزدیک شرائط قربانی سے اقامت بھی ہے کہ مقیم پر واجب ہوگی مسافر پر نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ واماالتطوع، فاضحیة المسافر والفقیر الذی لم یوجد منه النذر بالتضحیة ولاشراء الاضحیة لانعدام سبب الوجوب وشرطه.

(عالمگیری. ج ۵. ص ۲۹۱: کتاب الاضحیه. الباب الاول)

ترجمہ: لیکن نفلی قربانی تو وہ ہے جو مسافر یا فقیر کرے جس کی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہ پائی گئی ہو، اور نہ ہی قربانی کے جانور کی خریداری ثابت ہو۔ وجوب کے سبب اور شرط مفقود ہونے کی وجہ سے تو مسافر کی قربانی، اگر کرے گا، وہ نفلی ہوگی۔ عالمگیری میں ہے۔

ومنها الاقامه فلا تجب علی السافر. ولاتشترط الاقامة فی جمیع الوقت حتیٰ لوکان مسافرا فی اول الوقت ثم اقام فی آخره تجب علیه. ولوکان مقیما فی اول الوقت ثم سافر ثم اقام تجب علیه. (حواله مذکور، ص ۲۹۲)

ترجمہ: شرائط قربانی سے مقیم ہونا ہے تو مسافر پر واجب نہیں، اور سارے وقت میں مقیم ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر اول وقت میں مسافر ہے اور آخری وقت میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہوگی اور اسی طرح سے اگر اول وقت میں مقیم تھا پھر سفر کیا پھر اقامت اختیار کر لی تو اس کے اوپر واجب ہوگی۔

قربانی کے لئے وقت سبب ہے، شرط نہیں ہے کہ جب وہ وقت پایا جائے گا تو قربانی کا وجوب ثابت ہو جائے گا اور وہ ایام نحر ہیں یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

ان سبب وجود الاضحیة الوقت وهو ایام النحر.

(فتح القدیر، ج ۸، ص ۴۲۵ کتاب الاضحیه)

ترجمہ: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے اور وہ ایام نحر ہیں۔

قدوری میں ہے: وقت الاضحیة یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر. (مختصر القدوری، ص ۲۱۶، کتاب الاضحیه)

ترجمہ: قربانی کا وقت یوم النحر کو فجر کا وقت طلوع ہونے سے ہو جاتا ہے۔

بہار شریعت میں ہے: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے جب

وہ وقت آیا اور شرائط وجوب پائے گئے تو قربانی واجب ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ ۱۵، ص ۱۳۳، قربانی کا بیان)

آمدم بر سر مطلب: وہ لوگ جو نماز عید الاضحیٰ ادا کر کے قربانی کرنے کے لئے جاتے ہیں جب کہ مذبح اتنے فاصلے پر ہوتا ہے کہ حکم مسافر لاحق ہوجائے تو کیا ان کی قربانی نفلی ہوگی یا ان سے وجوب ساقط ہوجائے گا؟ مذکورہ بالا عبارتوں سے یہی مترشح ہے کہ مسافر کی قربانی نفلی ہوگی مگر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ یہ حکم اس مسافر کے لئے ہے جو پورے قربانی کے اوقات میں مسافر ہو یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہویں کے غروب آفتاب تک، تو چونکہ قربانی کی شرائط سے مشروط نہیں ہے، اس لئے اس کی قربانی نفلی ہوگی مگر جس شخص کو اوقات قربانی سے کچھ بھی حصہ اقامت کا ملا، اس پر قربانی واجب ہوگی، جیسا کہ عالمگیری کے حوالے سے گزرا۔ اب یہ صورتیں ہوئیں۔ (۱)- پورے اوقات قربانی میں مسافر رہا۔ (۲)- ابتدائے وقت میں مقیم تھا پھر مسافر ہوا۔ (۳)- ابتدائے وقت میں مسافر تھا پھر مقیم ہوا۔

پہلی صورت میں اس پر قربانی واجب نہیں مگر دوسری دونوں صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہوگی۔ جس کا ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر حالت اقامت میں قربانی کا وجوب لاحق ہوا تو کیا اس کے لئے حالتِ اقامت میں قربانی کرنے سے وجوب ساقط ہوگا یا پھر اس وجوب کی ادائیگی اگر وہ حالت مسافرت میں کرتا ہے تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ قیاس یہ چاہتا ہے کہ حالت اقامت کے وجوب کو اگر وہ حالت مسافرت میں ادا کرتا ہے تو اس کا وجوب ذمہ سے ساقط ہوجائے اور وہ بری الذمہ ہوجائے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ:

ایک شخص جس کے ذمہ فرض نماز باقی ہے مگر وہ اس کو ادا نہیں کر سکا، پھر وہ سفر میں چلا گیا اور وہاں وقت گزرنے کے بعد ادا کیا تو وہ حالت سفر کی نماز کی طرح قصر نہیں ادا کرے گا، بلکہ پوری نماز پڑھے گا، کیونکہ فرضیت نماز کے متوجہ ہونے کے وقت وہ مقیم تھا اور کسی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر سکا تھا۔ اب وہ حالت سفر میں مقیم کی طرح ادا کرے گا تو فرض ساقط ہوجائیگا۔ اسی طرح سے وہ شخص جس پر قربانی کا وجوب تھا، امر وجوب کے متوجہ ہونے کے وقت وہ مقیم تھا پھر سفر کیا تو اب حالت سفر میں وہ قربانی کرے تو اس کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگا اور وجوب پر عمل پالیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے اور جہاں کہیں مشکلات ہیں ان میں آسانی عطا فرمادی۔ ارشاد باری ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. (البقرہ، آیت. ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔
(کنزالایمان)

نیز فرمایا: ماجعل علیکم فی الدین من حرج
(الحج. ۷۸)

ترجمہ: تم پر دین میں تنگی نہ رکھی۔ (کنزالایمان)

حضور نبی کریم ﷺ نے امت پر آسانیاں دینے کا حکم دیا ہے اور دشواریوں سے روکا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث: عن انس عن النبی ﷺ قال یسروا ولا تعسروا، وبشروا، ولا تنفروا. (بخاری شریف ص. ۴. حدیث نمبر ۶۹ باب ماکان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر آسانی کرو مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری سناؤ، نفرت مت دلاؤ۔

اسی کے تحت یہ ضابطہ ہے کہ جس کو علامہ زین الدین ابراہیم ابن نجیم حنفی نے بیان فرمایا:

المشقة تجلب التیسیر (الاشباہ والنظائر، ص ۷۷)

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے، جس کے تحت متعدد مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں بندے کو آسانی کا حکم دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات وغیرها سبعة. (حوالہ مذکور)

ترجمہ: جان لو کہ عبادات وغیرہ میں تخفیف کے اسباب سات ہیں۔

پھر ان میں سب سے پہلے سفر کو شمار فرمایا اور فرمایا کہ سفر کی دو قسمیں ہیں۔ **پہلی قسم:** وہ سفر ہے جو طویل ہو۔ وہ تین دن اور رات کا سفر ہے (یعنی مدت مسافرت کا) ایسی صورت میں اس کو قصر کرنے اور روزہ چھوڑنے، ایک دن اور رات سے زیادہ (یعنی تین دن اور تین رات) تک موزوں پر مسح کرنے اور قربانی ساقط ہونے کا حکم ہے۔

دوسری قسم: وہ ہے جو اس مذکورہ کے ساتھ خاص نہ ہو۔ یعنی شہر سے باہر ہوجانا، خواہ چند میل ہی سہی تو وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے۔ عیدین اور جماعت چھوڑ سکتا ہے، سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے۔ تیمم کرنا اس کے لئے جائز ہوگا وغیرہ۔

اس بحث میں قسم ثانی غور طلب ہے کہ جو شخص اپنی حدود شہر سے باہر نکلا، اس پر شریعت نے تخفیف کا حکم جاری کردیا اس کے مشقت میں پڑنے کی وجہ سے۔ زیر بحث مسئلے میں اس شخص کے لئے کتنی مشقت ہے کہ وہ عید ادا کر کے مسافت بعیدہ پر قربانی کرنے جارہا اور پھر واپس اپنے گھر مقیم ہوجارہا ہے۔ اگر ایسی صورت میں اس کی اُس قربانی پر نفلی قربانی کا حکم صادر کر کے واجب قربانی، اس کے ذمہ باقی تسلیم کی جائے تو یہ صعب تر ہے کہ وہ جب جب جائیگا مسافر ہوگا اور اس کی قربانی نفلی ہوگی اور ایام نحر میں جب جب اپنے وطن اصلی میں آئیگا وجوب قربانی باقی ہوگا۔ ایسی صورت میں لامحالہ اس کی یہ قربانی جو مسافت بعیدہ یعنی مسافرت پر ہوئی ہے، اس سے اس کا وجوب ساقط ہوگا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تفسیر 'جامع البیان فی تاویل القرآن' (تفسیر طبری) میں نقل فرمایا ہے:

وان صام فی سفر فلا قضاء علیه اذا اقام. (تفسیر طبری جلد ۲، ص ۱۶۶) ترجمہ: جب سفر میں روزہ رکھ لیا تو اقامت کی حالت میں اب اس کی قضا نہیں۔

گویا بندے کا وہی روزہ جو حالت سفر میں رکھا وہ اقامت کے روزے کا قائم مقام یا بدل ہو گیا اب اس کو مزید روزے قضا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بندے کے لئے یہی تیسیر ہے جو اسکو مشقت سے محفوظ رکھتی ہے، پھر آگے چل مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

قال ابو جعفر وهذا القول عندنا اولى بالصواب لاجماع الجميع على ان مريضا وصام شهر رمضان. وهو ممن له الافطار لمرضه. ان صومه ذالك مجزى عنه ولا قضاء عليه ان صامه في سفره. (تفسیر طبری ج ۲، ص ۱۶۹)

ترجمہ: امام ابو جعفر طبری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: ہمارے نزدیک یہ قول (کہ سفر میں روزہ رکھنے پر اسکی قضا نہیں) تمام لوگوں کے اجماع کرنے کی وجہ سے درستگی کے لحاظ سے بہتر ہے کہ مریض جس کو اس کے مرض کی وجہ سے رمضان کا روزہ رکھنے کی وجہ سے شفایابی کے بعد قضا نہیں۔ جتنے دن اس نے حالت مرض میں روزہ رکھا تھا، وہی کافی ہوگا، تو اسی سے مسافر کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ حالت سفر میں اس نے جو روزہ رکھا اس کی قضا نہیں۔

امام طبری علیہ الرحمۃ نے یہاں اجماع بھی نقل کر دیا کہ مسافر اگر رمضان میں بحالت سفر روزہ رکھ رہا ہے تو بعد رمضان اس کی قضا کی ضرورت نہیں، تو اسی طرح سے اگر مسافر اپنی اقامت کی قربانی حالت سفر میں کرے تو اس کی بھی ادا ہی ہے اور اعادہ کا حکم نہ دیا جائے گا۔

اس کی دوسری نظیر شریعت مبارک میں یہ ملتی ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں مگر وہ جمعہ ادا کرلے تو اس کو ظہر پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

حدیث مبارک میں ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من كان يومن بالله واليوم الاخر فعليه الجمعة يوم الجمعه، الا مريض او مسافر اوامرأة اوصبى اومملوك، فمن استغنى بلهواوتجارة استغنى الله عنه. والله غنى حميد. (دار قطنی الجزء الثانی، ص ۳ حدیث ۱۵۶۰)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے مگر مریض، مسافر، عورت، بچے اور غلام (کہ ان پر فرض نہیں) جو لہو و لعب اور کاروبار کی وجہ سے جمعہ سے بے نیاز ہو جائے تو اللہ اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اور اللہ غنی اور سراہا ہوا ہے۔

اسی باب میں فقہ حنفی کی بنیادی کتاب قدوری میں مذکور ہے۔

"ولا تجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولا مريض ولاصبي ولاعبد ولا اعمي. فان حضرواوصلوا مع الناسن اجزاهم عن فرض الوفت." (قدوری، ص ۳۵، باب صلاۃ الجمعة)

ترجمہ: مسافر، عورت، مریض غلام اور نابینا پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اگر حاضر ہو کر لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو وقت کے فرض (یعنی ظہر) کیلئے کافی ہو جائے گا۔

پھر اسی بحث کو شیخ الاسلام امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ نے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لان المسافر يحرج فى الحضور وكذا المريض و الاعمىٰ. والعبد مشغول بخدمة المولىٰ، والمرأة بخدمة الزوج فعذروادفعا للحرج والضرر. فان حضرواو صلو مع الناس اجزاهم عن فرض الوقت. لانهم تحملوه فصاروا كالمسافر اذاصام." (الهدایه جلد اول، ص ۱۶۹، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: کیونکہ مسافر، مریض اور اندھے کے لئے حرج ہے اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور عورت اپنے شوہر کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے تو ضرر اور حرج کی وجہ سے یہ معذور ہو گئے، پھر بھی اگر حاضر ہو کر لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز کی ادا کرلیں تو اس وقت، اس کے فرض (یعنی ظہر) کیلئے کافی ہو گیا کیونکہ ان لوگوں نے مشقت برداشت کی تو وہ اس مسافر کی طرح ہوئے جس نے سفر میں روزہ رکھا۔

ان نظائر و امثلہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دفع حرج و آسانی کے لئے شریعت مطہرہ نے بندوں کو آسانیاں عطا فرمائی ہیں۔ نیز یہ آسانیاں جو ذکر کی گئی ہیں، یہ فرائض میں دی گئی ہیں کہ ماہ رمضان میں روزہ اور جمعہ کے روز نماز جمعہ، یہ دونوں فرائض سے ہیں۔ اگر پھر بھی مسافر، حالت سفر میں روزہ رکھ لے اور جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرلے تو اس کے لوٹانے یا قضا کرنے کا حکم شریعت نے نہیں دیا ہے تو قربانی تو باب واجبات میں سے ہے، اور وہ بھی ائمہ مجتہدین کے نزدیک، اس کے وجوب اور سنت ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ حتی کہ خود ائمہ احناف کے یہاں اس میں اختلاف ہے۔ اگرچہ مفتٰی بہ قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور اس پر جمہور حنفیہ فتوی دیتے ہیں تو اب صورت مذکورہ میں کہ جو شخص نماز عید الاضحیٰ اپنے گھر ادا کر کے مسافت بعیدہ پر قربانی کرنے کے لئے جائے اور قربانی کرے تو اس کی قربانی سے وجوب ساقط ہو جائیگا اور دوبارہ اس کو قربانی کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اسی میں اس کے لئے آسانی ہے اور رب کریم کا ارشاد **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر** (اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا) کی روشنی میں اس ضابطے پر عمل ہو گا کہ **المشقۃ تجلب التیسیر** (مشقت آسانی لاتی ہے) ورنہ اس شخص کے ذمہ سے واجب ساقط نہ ہونے کی بنیاد پر گناہ لازم آئے گا، جب کہ وہ اُس گناہ میں بچنے کے لئے یہ مشقت جھیل رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عظیم مفسر اور شیخ الحدیث

حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق بھترالوی علیہ الرحمہ

ولادت: ۱۹۴۷ء، وفات: ۱۰/ جون ۲۰۲۰ء

مبارک حسین مصباحی

انتہائی غم واندوہ کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ اہلِ سنت کے عظیم مفسر اور بلند پایہ محدث وفقیہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ قاضی عبدالرزاق چشتی بھترالوی عطاروی کا وصال پر ملال ۱۷/ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/ ۱۰/ جون ۲۰۲۰ء کو اسلام آباد میں ہوگیا، یہ المناک خبر پڑھ کر کلمات استرجاع پڑھے اور کچھ تلاوت کر کے انھیں ایصال ثواب کیا، بر صغیر اور خاص طور پر مملکت پاکستان میں سخت رنج وغم کا اظہار کیا گیا، آپ قابلِ صد افتخار استاذ، بلند پایہ شیخ التفسیر، اور نام ور شیخ الحدیث تھے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر موضوعات پر وقیع کتابیں تحریر فرمائیں، ان میں بائیس جلدوں پر تفسیر کے ساتھ درسی شروح وحواشی بھی ہیں۔ عربی، اردو اور فارسی زبان میں آپ کی علمی اور تحقیقی کتابوں کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ ملک اور بیرون ملک فکرو فن، دین ودانش، تدریس وتصنیف اور دعوت وتبلیغ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ زہد وپارسائی، تقویٰ شعاری اور رشد وہدایت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ سے اکابر علما اور مشائخ اہلِ سنت بھی بے حد متاثر تھے۔ آپ کی رحلت عہدِ حاضر کا ناقابلِ تلافی سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مخلصانہ زریں خدمات کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے، آپ کو اپنے حبیب مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے شاد کام فرما کر جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔

کورونا وائرس کی تشویش ناک فضا کے باوجود آپ کے جسدِ مبارک کو اسلام آباد سے بھترال لایا گیا، ہر طرف غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے تھے جنازہ کی نماز شیخ طریقت حضرت سید شاہ عنایت الحق سلطان پوری دامت برکاتہم القدسیہ نے پڑھائی اور بصد حسرت و یاس آپ کے آبائی قبرستان بھترال ضلع راولپنڈی میں تدفین ہوئی۔

خاندانی عظمت اور ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت بھترال میں انیس سو سینتالیس (۱۹۴۷ء) میں ایک علمی اور روحانی خاندان میں ہوئی، آپ کا خاندان صدیوں سے علما، فضلا اور مشائخ کا گہوارہ رہا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت قاضی عبد العزیز علیہ الرحمہ، دادا جان حضرت قاضی فیض احمد علیہ الرحمہ اور پر دادا قاضی غلام نبی علیہ الرحمہ تھے، آپ کے دادا کے برادر حضرت قاضی غلام رسول بھترالوی علیہ الرحمہ علومِ دینیہ میں خاص طور پر علمِ صرف میں شہرت رکھتے تھے، ان کے ایک شاگردِ رشید حضرت مولانا منور الدین نے ”صرف بھترال“ کے نام سے آپ کی تقریروں کو جمع کیا تھا جو آج بھی دینی مدارس میں داخلِ نصاب ہے۔ آپ کے خاندان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کے ماموں جان حضرت علامہ قاضی برہان الدین قدس سرہ، پیرِ طریقت ماہتاب شریعت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مشفق استاذ ومربی تھے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے علمی اور روحانی خاندان میں آنکھیں کھولیں، ہر طرف روحانیت کی فضا تھی، قرآنِ عظیم کا حفظ شروع فرمایا، حضرت حافظ غلام مصطفیٰ صاحب سے آپ نے سورۃ البقرہ کے حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا، حضرت حافظ احمد رضا صاحب سے آپ نے سورہ آلِ عمران حفظ فرمائی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ مکمل قرآن بغیر کسی استاذ کے خود ہی حفظ فرمالیا۔ آپ ذرا حفظ کی درس گاہوں پر ایک نظر ڈالیں حفاظ مدرسین کتنی محنت جاں فشانی سے طلبہ کو پڑھاتے ہیں۔ حفظ کرنے والے طلبہ سے دریافت کریں، حفظ کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے، مگر ہمارے حضرت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم تھا کہ دو صورتوں کے بعد بغیر کسی استاذ کے آپ نے خود ہی مکمل حفظ فرمالیا۔ دراصل اللہ تعالیٰ کو آپ سے بڑا اور بہت بڑا کام لینا تھا۔ آپ نے تاحیات علومِ دینیہ کی تدریسی اور تصنیفی خدمات فرمائیں اور بائیس جلدوں پر مشتمل تفسیر قرآن عظیم لکھنے کا شرف حاصل فرمایا۔

درس نظامی کی ابتدائی کتابیں دار العلوم جہلم میں پڑھیں، یہاں اساتذہ میں حضرت مولانا غلام یوسف گجراتی، حضرت مولانا عبد الواحد، حضرت مولانا محمد عرفان نوری اور استاذ العلما حضرت مولانا غلام محمود ہزاروی تھے۔ پھر گولڑہ شریف میں رئیس المحققین حضرت علامہ محب النبی ہاشمی اور ماہرِ درسیات حضرت علامہ گل اکرام کے زیرِ درس رہے، اسرار العلوم راولپنڈی میں تعلیم حاصل فرمائی، وہاں حضرت مولانا عبد القدوس اور حضرت مولانا قاضی اسرار الحق کے روبرو زانوے تلمذ طے فرمائے، جامعہ نعیمیہ لاہور میں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، حضرت مولانا محمد امین،

mubarakmisbahi@gmail.com

استاذ المحققین، رئیس المصنفین حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی، حضرت علامہ مفتی عزیر احمد قادری بدایونی اور شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری سے علوم و فنون حاصل فرمائے اور سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ جامعہ قادریہ فیصل آباد میں تدریس کے دوران بحر العلوم حضرت مفتی محمد افضل حسین مونگیری سے علم توقیت پڑھنے کا شرف حاصل فرمایا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق چشتی بھترالوی ایک عظیم مدرس اور بلند پایہ محقق و مصنف تھے۔ آپ کے خاندان اور آباو اجداد نیک صالح اور علم و فضل اور تقویٰ و پرہیز گاری کے نمونہ تھے۔ عطائے رسول سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے گدی نشین شیخ طریقت حضرت علامہ سید مہدی حسن میاں دامت بر کاتہم القدسیہ نے ایک بار اجمیر مقدس میں فرمایا کہ کسی بھی فرد کے کامل ہونے کے لیے خود تعلیم و تربیت حاصل کرنا تو ضروری ہے مگر ممتاز کامل ہونے کے لیے تین پشتوں تک تعلیم یافتہ اور صحبت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اس روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق بھترالوی علیہ الرحمہ متعدد پشتوں سے علوم و معارف کے پیکر ہیں، بلاشبہہ آپ کی شخصیت و فکر اپنے دور میں اس لحاظ سے بھی کاملیت کے مقام امتیاز پر فائز تھی۔

آپ نے جن عظیم درس گاہوں اور بلند پایہ اساتذۂ کرام سے علوم و معارف حاصل فرمائے، وہ کچھ معمولی امتیاز نہیں تھا۔ آپ اپنے محسن اساتذہ کا بے حد ادب و احترام فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے بافیض اساتذہ سے علم کے ساتھ عمل کا بھی درس لیا تھا۔ آپ اپنی زندگی میں ان کے نقوش حیات کی مکمل پیروی فرماتے تھے اور یہی درس آپ تمام طالبانِ علومِ نبویہ کو دیتے تھے، آپ نے اپنی اہم تصنیف ”حاشیۂ سراجی“ کے آخر میں طالبان علوم نبویہ کو نصیحت فرماتے ہیں۔

”طلبہ کرام علوم کو علوم سمجھ کر حاصل کریں خواہ علوم شرعیہ ہوں یا علوم جدیدہ، صرف امتحان پاس کرنا کوئی کمال نہیں اور فارغ ہونے کے بعد بھی وسیع تر مطالعہ جاری رکھنا ہی ترقی علم کا سبب ہے، اساتذہ کرام کا ادب و احترام شعار بنائیں اسی میں کامیابی ہے۔ میں اگر بہتر مدرس شمار ہوتا ہوں تو صرف اساتذہ کرام کی دعاؤں کے واسطے سے ورنہ من آنم کہ من دانم۔“ (حاشیہ سراجی، ص ۸۴، ضیاء العلوم پبلی کیشنز)

حضرت علامہ عبد الرزاق بھترالوی علیہ الرحمہ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”سبھی بہت شفیق اور محسن تھے اور بڑی محنت سے تدریس فرماتے تھے مگر ابو الحسنات مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے اور انہی کے احسان سے آج میں ایک مدرس ہوں۔“

مزید فرماتے ہیں کہ: ”علامہ سیالوی صاحب سے دو سال جامعہ نعیمیہ میں پڑھنے کے بعد ایک سال سلانوالی میں بھی درس لیا؛ منطق کی کتابیں ابتدا سے انتہا تک یعنی صغریٰ سے لے کر سلّم، حمد اللہ، ملا حسن اور قاضی مبارک تک، کتب ادب از ابتدا تا انتہا، مختصر المعانی، بیضاوی شریف، شرح عقائد اور خیالی وغیرہ متعدد کتب حضرت سے پڑھنے کا شرف ملا ہے اور بہت سی کتابیں حضرت استاذ محترم سے دوسری بار پڑھی ہیں۔“

تدریسی خدمات:

حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق چشتی ایک بہترین عالم اور اعلیٰ ترین استاذ اور شیخ الحدیث تھے، آپ کی تصانیف خصوصاً درسی کتب پر گرانقدر حواشی منقولات و معقولات میں آپ کی غیر معمولی دسترس کا واضح ثبوت ہیں۔ استاذ العلما حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ علیہ الرحمہ آپ کے بارے لکھتے ہیں کہ:

”حضرت مولانا فطری اور طبعی طور پر تدریسی شعبے سے متعلق ہیں، علمی خانوادے کا چشم و چراغ ہونے کے ناطے معقولات و منقولات میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ زندگی کا بیشتر حصہ اسی نہج پر راہ نوردی کرتے گزارا ہے آپ کے تلامذہ میں سے کئی محقق علما اپنے علم و تحقیق کا لوہا منوا چکے ہیں۔“ [پیش لفظ: نجوم الفرقان، ص: ۱۳۰]

آپ نے تقریباً ۵۰ سال تک تشنگان علم کو سیراب کیا ہے، جامعہ قادریہ فیصل آباد، ایک سال حضرت علامہ قاضی اسرار الحق کے مدرسے ”جامعہ اسلامیہ اسرار العلوم“ راولپنڈی میں مدرس رہے، پھر چھ سال تک حضرت استاذ العلماء سید ابو البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شارح بخاری علامہ محمود احمد رضوی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ جامعہ حزب الاحناف، لاہور میں تدریس فرماتے رہے، پھر دو سال تک حضرت بحر العلوم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کے پاس جامعہ قادریہ میں تدریس فرمائی، بعد ازاں تقریباً ۲۵ سال سے زائد عرصہ تک استاذ العلما حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ علیہ الرحمہ کے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اور آخر میں کئی سال تک جامعہ جماعتیہ مہر العلوم کے مہتمم کی حیثیت سے علم دین کی روشنی عام کرتے رہے۔

شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری لکھتے ہیں:

”علومِ درسیہ کی تکمیل پر آپ نے علم کی روشنی سے جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا اور تشنگان، علم کو سیراب کرنا شروع کیا۔ یکے بعد دیگرے جامعہ قادریہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ اسرار العلوم راولپنڈی اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں علم و فضل کے موتی بکھیرے ۱۹۷۷ء میں معروف درس گاہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کیں اور اب تک جامعہ سے وابستہ ہیں۔ ان ۱۸ سالوں میں ہزاروں طلبہ کو آپ نے علم کی نورانیت سے مالا مال کیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔“ (موت کا منظر، تعارفِ مصنف،

کرنے لگے۔ اور بعض حواشی سے قلم کاروں کے نام اڑا دیے۔ خدا بھلا کرے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ذمہ داروں کا کہ انھوں نے خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے تعاون سے درس نظامی کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا بفضلہ تعالیٰ از اعدادیہ تا دورۂ حدیث مکمل موجودہ درس نظامی شائع ہو چکا ہے۔ مجلسِ برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ایک اہم اشاعتی ادارہ ہے، اس کے صدر صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ ہم بحیثیت رکن عرض گزار ہیں۔ "ہدایۃ النحو" درس نظامی کی ایک اہم کتاب ہے، اس کا حاشیہ حضرت الشیخ الٰہی بخش فیض آبادی نے تحریر فرمایا۔ جب اس کے نسخوں کو ملایا گیا تو یہ راز کھلا کہ ۱۲۷۶ھ میں جو نسخہ مطبع نظامی سے شائع ہو رہا تھا اور اس پر مذکورہ بزرگ کا حاشیہ تھا، موجودہ دیوبندی ناشرین نے بعینہٖ اسی حاشیے کو حضرت محشی کے اسمِ گرامی کو حذف کر کے شائع کرنا شروع کر دیا۔ اس کتاب پر حضرت مصنف الشیخ سراج الدین عثمان الجشتی الاودھی قدس سرہٗ کے پاکیزہ احوال اور حضرت محشی کے کوائف ہم نے عربی میں تحریر کیے تھے۔ استاذنا المکرم صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں:

"مطبع نظامی اشاعت ۱۲۷۶ھ کے اس نسخہ کا موجودہ رائج نسخوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہی حاشیہ حضرت محشی کا نام غائب کر کے شائع ہو رہا ہے۔" (محمد احمد مصباحی، مجلس برکات، ۲/۷/۱۴۲۲ھ/۲۰/۹/۲۰۰۱ء)

حضرت علامہ بھترالوی علیہ الرحمہ نے بھی درس نظامی کی متعدّد کتابوں پر گران قدر حواشی تحریر فرمائے۔ اب ہم ذیل میں پاکستان کے عظیم محقق اور بلند پایہ مدرس حضرت علامہ شاہ عبد القیوم ہزاروی کا ایک تاثراتی مکتوب گرامی نقل کرتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی "موت کا منظر" مطبوعہ المجمع المصباحی مبارک پور انڈیا اور دیگر مقامات پر شائع ہو چکا ہے۔

عزیز محترم مولانا عبد الرزاق صاحب زید مجدہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاجِ گرامی! نور الایضاح پر ظاہری و باطنی حسن کا حامل آپ کا عربی حاشیہ بدست عزیز مولانا اسحاق ظفر سلمہٗ ملا، دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا، آپ نے بے سر و سامانی کے باوجود عربی حاشیہ لکھ کر بلکہ اس کو بہترین معیار پر شائع کر کے ایسا کارنامہ سر انجام دیا ہے جس سے علماے اہلِ سنت کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے۔

میری دیرینہ تمنا تھی کہ درسی کتب پر حواشی کے ذریعہ دیوبنیت کی نمائش کو ختم ہونا چاہیے، جس کی وجہ سے وہ عربی کتب پر تشریح و توضیح کی استعداد پر اجارہ داری کا دعویٰ کرتے ہیں اور ضمن میں علماے اہلِ سنت کے بارے پس ماندگی کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، حالاں کہ برصغیر پر انگریزی تسلط کے بعد دینی خدمات کے تمام وسائل و ذرائع سلب ہو جانے کے باوجود علماے اہلِ سنت و جماعت نے تصنیف و تالیف کے میدان میں وسیع اور قابلِ فخر خدمات سر انجام دی ہیں۔

اس حقیقت کو عزیزی مولانا عبد الستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے اپنی کتاب "مرآۃ التصانیف" میں واضح فرمایا۔ جس میں انھوں نے اپنی معلومات کے مطابق پانچ ہزار کتب کی فہرست پیش کی ہے، جن کو علماے اہلِ سنت نے انگریزی دور میں بے سر و سامانی کے عالم میں تصنیف فرمایا، لیکن وسائل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ذخیرہ شائع نہ ہو سکا، جب کہ فی الواقع ایسی کتب کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

دیوبندی علما انگریز کی مکمل سرپرستی کے باوجود علماے اہلِ سنت کی غیر مطبوعہ کتب یا ان کی عبارات کو اپنے نام منسوب کر کے یا انگریز کی خوشنودی کے لیے حقائق کو مسخ کرتے ہوئے اکابرین اہلِ سنت کی کتب میں تحریف کر کے ان کو شائع کرنے کا کارنامہ سر انجام دیتے رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علم و تحقیق کے اعلیٰ معیار کو صرف علماے اہلِ سنت نے ہی قائم رکھا، اگرچہ اشاعت کے میدان میں آج بھی وہ بے بضاعتی کا شکار ہیں تاہم مخالفین کے پرپیگنڈہ کو غلط کرنے کے لیے یہ علما اپنی تصانیف کو خود شائع کرنے کے لیے پیکرِ ایثار نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان علماے کرام کی دست گیری فرمائے۔

"ذریعۃ النجاح حاشیہ نور الایضاح" کتابت، طباعت اور کاغذ کے اعتبار سے اعلیٰ اور خوبصورت ہے، حاشیہ کا اندازِ بیان مختصر جامع اور آسان ہے۔ حواشی کے ماخذ بیان کرنے سے قاری کو مزید رہنمائی اور اعتماد سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں تمام اساتذہ اور مراکز تعلیم کا تعارف دے کر حسن جدت کے علاوہ آپ نے اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" ہی اعلیٰ قدروں کا معیار ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی یہ خدمات دوسرے علماے کرام کے لیے تحریک اور مدرسین اور طلبا کے لیے نعمت ثابت ہوں گی۔ ائمۂ کرام کے مختصر اور ضروری تعارف کے بعد طبقات فقہا اصناف سے طلبائے کرام بلکہ اساتذۂ کرام بھی مستفید ہوں گے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور آپ کی مساعی میں مزید برکت فرمائے۔ آمین۔" (محمد عبد القیوم ہزاروی)......(جاری)

شہزادۂ فخرِ ملت حضرت مولانا

حکیم محمد احمد اکرمی علیہ الرحمۃ

مبارک حسین مصباحی

یہ جان کر یقیناً آپ کو شدید غم ہوگا کہ شہزادۂ فخر ملت حضرت مولانا حکیم محمد احمد نعیمی اکرمی ۲۴؍ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/۱۶؍ جون ۲۰۲۰ء میں اس دنیا کو الوداع فرما گئے، یہ اندوہناک خبر ہمیں امین شریعت نگر مفتی مراد آباد حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی دامت برکاتہم القدسیہ نے عطا فرمائی، ہم نے کلمات استرجاع اور چند صورتیں تلاوت کرکے ان کی روح کو ایصال ثواب کیا، حضرت کلیمی صاحب نے چند روز قبل گنگا رام ہاسپٹل دہلی میں ان کے ایڈمٹ ہونے کی افسوسناک خبر سنائی تھی۔ ہم نے ان کی علالت میں دعائے صحت بھی کی تھی، ہم نے اس وقت بھی حضرت مفتی صاحب سے دیر تک ان کے اوصاف و فضائل پر گفتگو کرنے کا شرف حاصل کیا تھا، در اصل حضرت مولانا مرحوم سے ہمارے قدیم گہرے روابط تھے، ہم مراد آباد حاضر ہوتے ہیں تو اکثر جامعہ اکرم العلوم لال مسجد ضرور جاتے ہیں۔ دراصل حضرت کلیمی صاحب اور حضرت مولانا محمد اکرمی علیہ الرحمۃ سے ملاقاتیں بھی مقصد ہوتا تھا، اسی علاقے میں ہمارے چند رشتے دار بھی رہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد احمد اکرمی علیہ الرحمۃ کا وصال پر ملال گنگا رام ہاسپٹل دہلی میں ۱۶؍ جون ۲۰۲۰ء کو قریب شب میں ایک بجے ہوا، وصال کی خبر عام ہوتے ہی علما اور عوام نے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا، ان کے ایصال ثواب کے لیے اپنے اپنے طور پر اہتمام کیا، حالات کے پیش نظر ان کی تدفین دہلی ہی میں عمل میں آئی۔ دینی اور عصری علوم پر نظر رکھنے والے ایک باوقار خاندان کے چشم و چراغ تھے، طب و حکمت، دانائی، دور اندیشی اور فکر و تدبیر کے ساتھ قائدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ کتنی ہی بار وہ ہمیں اپنے دولت کدے پر لے کر گئے۔ ہم کلامی اور ہم طعامی کا شرف بھی بخشا، باتوں سے باتیں پیدا کرنا ان کا فن تھا، گفتگو اور لب و لہجے کا انداز اپنے پدر بزرگوار کی اداؤں کا پتہ دیتا تھا، خیر موصوف بہت سی خوبیوں کے جامع اور تدبیر و حکمت کے حامل تھے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے وہ اپنے حبیب مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، اے مولیٰ تو ہی توّاب اور رحمٰن ورحیم ہے بظاہر نظر نہ آنے والی خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے انھیں جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرما۔ (آمین یارب العالمین)

خاندانی علمی اور روحانی وجاہت:

لال مسجد مراد آباد میں آپ کا باعظمت خاندان علم و عمل کا پیکر تھا، آپ کے دادا جان ماہر ہیئت و توقیت ضلع بھر میں شہرت و مقبولیت رکھتے تھے، نیک اور صالح بزرگ تھے، علم و روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے، آپ کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ محمد ظہور نعیمی قدس سرہ تھا، نعیمی نسبت بتاتی ہے کہ آپ کا روحانی رشتہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی و خلیفہ شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی علیہما الرحمۃ والرضوان حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے تھا۔ حضرت صدر الافاضل امام احمد رضا محدث بریلوی کے نامور اور دانشور خلیفہ تھے آپ نے ہی سب سے پہلے ترجمہ قرآن کنز الایمان کی مراد آباد سے اشاعت فرمائی اور اس کے بعد اپنے شیخ کے خواہش پر خزائن العرفان مختصر اور جامع تفسیر تحریر فرمائی، آج بفضلہ تعالیٰ دونوں کے کثیر زبانوں میں تراجم ہو کر دنیا کے مختلف گوشوں میں لاکھوں لاکھ کی تعداد میں شائع ہو رہے ہیں۔ جہاں تک ہمارا ماننا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تمام خلفا زبان و بیان میں اپنی اپنی جگہ بے مثال تھے مگر فکر و فن اور تحریر و نگارش میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان اور صدر الشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کا جواب نہیں۔ جماعت اہل سنت کی نامور شخصیت حضرت علامہ محمد ظہور احمد نعیمی نے ہیئت و توقیت میں ملک العلما حضرت علامہ محمد ظفر الدین رضوی بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی استفادہ کیا، حضرت کا شمار مراد آباد کے معروف تاجروں میں بھی ہوتا تھا۔

والد گرامی فخر ملت حضرت علامہ شاہ حافظ و قاری مفتی محمد نذیر الاکرم نعیمی قدس سرہ العزیز تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۹؍ صفر المظفر

mubarakmisbahi@gmail.com

۱۳۶۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔ آپ حضرت صدر الافاضل کے تلمیذ خاص اور معتمد مشیر تھے۔ آپ باصلاحیت فاضل جلیل، مفتی شرع اور مضبوط حافظ قرآن تھے۔ خوش گلو قاری اور دلکش نعت خواں تھے۔ آپ کی خطابت صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب وعجم ایشائی اور مغربی ممالک میں حد درجہ قبولیت کا درجہ رکھتی تھی، آپ کے سیاسی اثرات ہند اور بیرون ہند بھی تھے۔ یہ آپ کے سیاسی اثرات کی برکت ہے کہ قانونی طور پر جامعہ اکرم نعیمیہ انسٹی ٹیوٹ چودھرپور، مراد آباد کے لیے آپ نے ایک سو باسٹھ بیگھہ اراضی حاصل فرمائی لیکن قبضہ و استعمال کے اعتبار سے تقریباً چار سو بیگھہ زمین حدود اربعہ میں داخل ہے اور اس کے وسط میں اسی بیگھہ پر مشتمل جامعہ کی ملکیت میں ایک شاندار قدرتی جھیل ہے۔ یہ زمین آپ نے ۱۹۷۹ء میں انڈیا گورنمنٹ سے حاصل فرمائی۔ ۱۲ / ربیع الاول ۱۴۰۰ھ میں ایک تاریخی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا مگر افسوس ۱۴۰۱ھ میں آپ کا وصال پرملال ہو گیا۔

حضرت فخر ملت اپنے عہد کی عظیم ترین شخصیت تھی۔ دینی، روحانی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں آپ کے بڑے اثرات تھے خاص طور پر جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے گہرے روابط تھے، دونوں بزرگ ہی ایک دوسرے کا احترام فرماتے تھے، حضور حافظ ملت نے ۱۳۸۲ھ میں بحیثیت ممتحن اور خطیب آپ کو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں مدعو فرمایا تھا، اس عہد کے شناسا حضرات فرماتے ہیں کہ آپ متعدد بار دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے۔ حضرت فخر ملت نے ۱۹۵۶ء میں اپنے والد گرامی اور حضور حافظ ملت کے خصوصی مشورے سے بمقام لال مسجد مدرسہ اکرم العلوم قائم فرمایا، یہ مرکزی ادارہ آج بھی آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد احمد اکرمی علیہ الرحمۃ اور حضرت مفتی عبد المنان کلیمی کی کوششوں سے پھل پھول رہا ہے۔ حضور حافظ ملت قدس سرہ نے ۱۳۷۷ھ میں اپنے معائنے میں تحریر فرمایا ہے۔

> ”مدرسہ اکرم العلوم جو آج ایک ننھے پودے کی صورت میں نظر آ رہا ہے انشاء المولیٰ تعالیٰ وحبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عنقریب وہ ایسے قدر آور درخت کی صورت میں نظر آئے گا جس کے سایہ میں ایک دنیا آرام حاصل کرے۔ آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ آج کا یہ نو قائم شدہ مدرسہ کل کا ایک مایہ ناز اور مثالی ادارہ بنے گا۔“ (ملخصاً)

حضرت نے دوسرا معائنہ ۱۷/ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ میں رقم فرمایا تھا آپ اسے بھی ذیل میں پڑھے:

> ”مدرسہ اکرم العلوم، لال مسجد، مراد آباد ایک دینی مدرسہ ہے جو میرے مشورے اور میری رائے سے قائم کیا گیا ہے اور میں بجا طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ میرا اپنا مدرسہ ہے اس کی مراد آباد میں سخت ضرورت ہے۔ میں مراد آباد سے دور رہتے ہوئے بھی اس کی کار گذاریوں سے واقف و باخبر رہتا ہوں۔ مجھے اس کے منتظمین پر کامل اعتماد و بھروسہ ہے اور میں ان سے پوری طرح مطمئن ہوں۔“

خاکسار مبارک حسین مصباحی عفی عنہ دو تین بار حضرت فخر ملت علیہ الرحمۃ کی زیارت سے شاد کام ہوا اور ان کی نعت شریف اور خطاب نایاب سماعت کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ کتنی سریلی اور دل کش آواز تھی، آپ ایک باکمال شاعر بھی تھے، عشق و محبت کی فراوانی اور لفظوں کا بانکپن ان کی نعتوں سے پھوٹا پڑتا ہے، تین سو نعتوں کا حسین گلدستہ بنام ”روح ایمان“ کی زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ہم نے ان سے جو نعتیں سماعت کی تھیں ان میں اللہ، اللہ کی ایمان افروز تکرار تھی۔ اس انداز کی آپ نے متعدد نعتیں تحریر کی ہیں۔ خطیبانہ شیریں بیانی نے بھی سامعین کو خوب محظوظ فرمایا تھا۔ در اصل وہ ہماری طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا، یہ تو یاد نہیں کہ کیا فرمایا تھا مگر اپنے اور سامعین کے چہروں کی بشاشت آج بھی ذہن میں تازہ ہے۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:-

حضرت مولانا حکیم محمد احمد اکرمی کی ولادت باسعادت ۹/ مارچ ۱۹۵۷ء/ مطابق ۳/ رجب ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ اعلیٰ علمی اور روحانی خاندان میں بڑے ناز و نعم سے پرورش ہوئی۔ آپ نے چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں اپنے دادا جان حضرت علامہ الحاج محمد ظہور نعیمی سے رسم بسم اللہ خوانی ادا کی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت فخر ملت اور اپنے دادا جان سے حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ اکرم العلوم میں، اپنے دیگر اساتذہ کے ساتھ خاص طور پر حضرت مولانا حافظ و قاری عبد المتعالی معروف بہ ”حافظ پیارے“ سے اردو فارسی کی باضابطہ تعلیم حاصل فرمائی اور مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں

اسلامی علوم وفنون کا درس لیا۔ اپنی درسی صلاحیت اور شہزادۂ فخر ملت ہونے سے بھی طلبہ اور اساتذہ میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ اس کے بعد آپ نے فلاح دارین اسکول اور مسلم انٹر کالج سے بی اے کیا۔ ۱۹۷۴ء میں کامل اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۸۲ء میں ایم اے کیا۔ ۱۹۸۴ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اسلامک اسٹڈیز سے امتیازی اسناد حاصل فرمائیں، آپ کے اندر دعوت و تبلیغ کا جذبہ بھی ورثے میں ملا تھا۔ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء میں اپنے والد ماجد حضرت فخر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ بیرون ہند کے دورے فرمائے جن میں سیشل، ماریشش، ری یونین، ساؤتھ افریقہ، سوازی لینڈ، انگلینڈ، فرانس، عراق، سعودیہ عربیہ اور پاکستان جیسے اہم ممالک ہیں۔ آپ نے ملکی اور غیر ملکی اہم شخصیات سے خوب خوب استفادہ فرمایا۔ ۲۷/ نومبر ۱۹۸۰ء میں اپنے والد ماجد حضرت فخر ملت کے وصال کے بعد ان کے بعض ذمہ دارانہ مقامات آپ کو حاصل ہوئے، بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمام مقامی اور بیرونی ذمہ داریاں نبھارہے تھے۔ اس دوران بھی آپ بیرون ممالک کے دورے فرماتے رہے بفضلہ تعالیٰ آپ کو طب میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا آپ دیگر ممالک میں بھی بحیثیت طبیب معروف تھے اور بیرون ہند مریضوں کا بھی علاج فرماتے تھے۔

آپ بحیثیت شہزادۂ فخر ملت اہل سنت وجماعت میں متعارف تھے انہیں کے چھوڑے ہوئے مشن کو لے کر بحسن و خوبی چل رہے تھے ۱۹۸۹ء میں امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی دامت برکاتھم العالیہ کو ایک ذمہ دار شخصیت اور سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔ بفضلہ تعالیٰ دونوں بزرگ تعمیری فکر و مزاج کے ساتھ اکرمی مشن کو لر کر آگے بڑھ رہے تھے مگر صد افسوس بحکم الٰہی یہ حادثہ پیش آگیا اور رواں دواں کارواں غموں کا شکار ہو گیا۔ خیر کارسازی فرمانے والی اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ ہے۔ محبِ گرامی حضرت مولانا محمد قاسم اکرمی بھی ذمہ دار استاذ ہیں، ان پر بھی حضرت علیہ الرحمہ خوب اعتماد فرماتے تھے۔ حضرت مولانا حکیم محمد احمد اکرمی علیہ الرحمہ کے پسماندگان میں ایک لائق فائق فرزندار جمند عالی جناب عمیق الزماں اکرمی اور چار صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادہ والا تبار بفضلہ تعالیٰ معاملہ فہم اور بڑے ایکسپورٹر ہیں۔ دہلی اور مراد آباد میں ان کی اعلیٰ قسم کی رہائش گاہیں ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے احباب اور معاونین کو لے کر وہ ضرور توجہ فرمائیں گے اور یہ پورا کاروان دین ودانش ان شاء اللہ تعالیٰ حسب سابق چلتا رہے گا۔

حضرت مولانا حکیم محمد احمد اکرمی سے ہماری ملاقاتیں:

یہ تو خیر ہمیں یاد نہیں کہ پہلی بار شرف ملاقات کب اور کہاں حاصل ہوا مگر حضرت فخر ملت علیہ الرحمہ کا نورانی چہرہ بشریٰ پورے طور پر نگاہوں میں بسا ہوا ہے۔ دیدہ زیب بڑی بڑی پر نور آنکھیں، کشادہ دلکش پیشانی، انتہائی ملیح اور ابھرے ہوئے رخسار، پتلے پتلے لب، اپنے طرز کی بھری ہوئی منفرد داڑھی شریف شہزادۂ والا تبار کا چہرہ بنا بنایا حضرت فخر ملت کا چہرہ تھا، بس فرق تھا تو بدن کا، حضرت فخر ملت علیہ الرحمہ کا بدن مبارک قدرے بھاری تھا اور صاحبزادۂ والا تبار قدرے ہلکے بدن کے تھے۔ چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز بڑی حد تک یکساں تھا، لب ولہجہ کی شیریں بیانی میں بھی اپنے پدر بزرگوار کے عکس جمیل تھے، حضرت فخر ملت علیہ الرحمہ سے تو اس طرح ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا مگر حضرت اکرمی علیہ الرحمہ جب ملتے تو دل و دماغ باغ باغ فرمادیتے، معاملات میں پاکیزگی اور قول و فعل میں یکسانی اور صداقت تھی۔ ان کے کردار و اخلاق میں سادگی اور دلکشی تھی۔ آپ جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت فرماتے تھے، اس کارواں میں مفتیِ اعظم مراد آباد حضرت مفتی محمد ایوب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ، نگر مفتی امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی دامت برکاتہم القدسیہ وغیرہ علما اور مشاءخ کا نورانی منظر ہوتا تھا، پورا شہر عشق و محبت میں سرشار رہتا تھا۔ اور اسی کے ساتھ سیرت پر کانفرنسیں بھی ہوتی تھی، بفضلہ تعالیٰ متعدّد بار آپ نے اور حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی صاحب نے مدعو فرمایا تین چار بار ٹاؤن ہال مراد آباد کی سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانفرنسوں میں شرکت و خطابت کا شرف بھی حاصل ہوا اور اس سے زیادہ بار لال مسجد سے متّصل کانفرنسوں میں شرکت وبیان کا موقع میسر آیا، جامعہ اکرم العلوم لال مسجد تو واقعی ہم اپنا گھر تصور کرتے تھے درجنوں بار ہمیں وہاں جانا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے ان کے بزرگ ہونے کے باوجود ہماری بے تکلفی ہے۔ جہاں تک ہمیں خیال آتا ہے چار پانچ بار سے زیادہ حضرت مولانا محمد احمد اکرمی علیہ الرحمہ ہمیں اپنے دولت کدے پر لے کر گئے، ہر دفعہ گھنٹوں گھنٹوں گفتگو ہوتی، دینی، ملی اور سیاسی موضوعات بلا شبہ ان کی ملاقاتیں فیض بار اور معلومات افزا ہوتیں۔ یہ تو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار آپ نے بطور خاص جامعہ اکرم، نعیمیہ انسٹی ٹیوٹ چودھرپور، دہلی روڈ مراد آباد کے تعلق بلایا تھا۔ آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ آپ اس کی نگرانی کریں مگر سچی بات یہ ہے کہ ذمہ داریاں اور عہدے قبول کرنا تو اچھا لگتا ہے مگر ان کو نبھانا مشکل ہوتا ہے۔۔۔۔ (باقی ص: ۵۴ پر)

خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف
تعلقات و روابط

مولانا محمد عابد چشتی

خانقاہ قادریہ کا حافظ بخاری کی قیادت پر اعتماد :

فتنۂ ندویت کے خلاف منظم محاذ آرائی کے لیے وقت کا جبری مطالبہ تھا کہ تمام علماے کرام اور صاحبان طریقت سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس فتنہ کو روکنے کے لیے ہندوستانی سطح پر مضبوط تنظیم قائم کریں جس کا اولین ہدف اس فتنہ کی بیخ کنی ہو ، چناں چہ اس مقصد کے لیے ایک تاریخی اجلاس امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانۂ اقدس پر بلایا گیا، جس میں ملک و ملت کی قد آور، علمی اور روحانی شخصیات کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔[۸]

یہ اجتماع علما و مشائخ کی کثرت کے اعتبار سے ایک تاریخی اجتماع تھا جس میں ارباب جبہ و دستار اور مسند نشینان طریقت اپنے کسی ذاتی مفاد کے بجاے صرف مسلک اہل سنت کی حفاظت اور صلح کلیت کے فتنے سے امت مسلمہ کے تحفظ کے لیے جمع ہوئے تھے ۔ان علما و مشائخ میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر یہ ہیں:

تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، علامہ عبدالمقتدر بدایونی، علامہ وصی احمد محدث سورتی علامہ فضل المجید قادری بدایونی ، علامہ عبدالسلام جبل پوری ،علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ ابراہیم صاحب بریلوی، علامہ حکیم سراج الحق بدایونی، علامہ عبداللطیف پیلی بھیت، علامہ عبدالنعیم راے بریلی، علامہ نواب محمد علی خان قادری رامپور، علامہ عبدالقیوم عثمانی بدایونی، علامہ عبدالحق صاحب پیلی پھیت، علامہ قاضی بشیرالدین صاحب اٹاوہ"[۹]۔

اس بابرکت اجتماع میں فتنۂ ندویت کے خلاف تجاویز پیش کی گئیں اور مضبوط لائحہ عمل تیار کیا گیا اور جن خطوط پر اس تحریک کے خلاف کام کرنا تھا اسے مرتب کر لیا گیا۔اب آخری مرحلہ علماے اہل سنت کی اس عظیم نورانی مجلس کے لیے صدر مجلس کے انتخاب کا تھا جو اپنی علمی صلاحیتوں، دعوتی تجربات، حکمت عملی، قوت ارادی، زبان و قلم اور اخلاص کی طاقت سے ملکی سطح پر اس تنظیم کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکے ۔ تاریخ کا یہی وہ سنہری مرحلہ جہاں ایک بار پھر خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کے درمیان دعوت و تبلیغ کے حوالے سے مضبوط، مستحکم اور بھروسے مند روابط کی روایت ماتھے کی نگاہوں سے دیکھنے کو ملتی ہے ،چناں چہ مجلس علماے اہل سنت کی صدارت کے سلسلہ میں خانقاہ قادریہ کی صاحب بصیرت شخصیت تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر انتخاب حافظ بخاری خواجہ عبدالصمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑتی ہے اور پھر آپ ہی کے اشارے اور ایما پر حافظ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدر مجلس علماے اہل سنت ہونے کا تاریخی اعزاز حاصل ہو جاتا ہے اور تمام علماے اہل سنت آپ کی صدارت و قیادت بسر و چشم قبول کر کے حضرت تاج الفحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن انتخاب پر اتفاق و اتحاد کی مہر لگا دیتے ہیں۔ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی مجلس علماے اہل سنت کی ابتدائی کارروائی کی روداد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ندوے کے خلاف ملکی سطح پر جب مکمل منظم اور باضابطہ کارروائی اور تحریک چلانے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آئینی ضابطے بر قرار رکھنے کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی اس کی کل ہند صدارت کے لیے آپ (تاج الفحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کی ذات گرامی پر علماے حال کی نظر انتخاب پڑی، کیوں کہ بدایوں سے دکن تک جو شہرت آپ کو حاصل تھی وہ کسی اور کو ملی نہ تھی۔ لیکن اس وقت آپ کی عمر ۵۸/سال کی تھی، لہٰذا اپنی دیگر دینی اور خانگی مصروفیات کی بنا پر آپ نے قبول نہیں کیا“

اس کے بعد خانقاہ بدایوں کی ہمہ جہت شخصیات کی جانب سے دعوت و تبلیغ اور مسلکی معاملات میں حافظ بخاری خواجہ عبدالصمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تدبر، ذہانت، علم و اخلاص اور قائدانہ صلاحیتوں پر اعتماد اور کامل بھروسے کا جو عملی واقعہ دیکھنے کو ملا اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”چوں کہ کسی تحریک کی قیادت کے لیے علم، ذہانت اور تدبر کے ساتھ ساتھ حلم و بردباری کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس لیے اعلیٰ حضرت تاج الفحول کے ایما پر مجلس علماے اہل سنت (۱۸۹۸) کی صدارت قبلۂ عالم ،حافظ کلام باری و صحیح بخاری خواجہ عبد الصمد مودودی چشتی سہسوانی ثم پھپھوندوی آپ کے شاگرد خاص کے حصہ

استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا

میں آئی، جس پر سب نے اتفاق کیا"۔ (۱۰)

مذکورہ تاریخی حقائق کی روشنی میں جہاں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ خانقاہ قادریہ اور خانقاہ صمدیہ کے درمیان مضبوط تبلیغی روابط رہے ہیں اور ہندوستان میں پنپنے والے فتنوں کے خلاف دونوں خانقاہیں ایک دوسرے کے تعاون و تائید کے ساتھ اپنا مشن آگے بڑھا رہی تھیں وہیں خانقاہ قادریہ کے مشائخ عظام آپ کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے اس کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سیاسی روابط:

حافظ بخاری خواجہ عبد الصمد رضی اللہ عنہ کے خانقاہ بدایوں سے جو علمی اور تبلیغی تعلقات رہے آپ کے بعد آپ کے فرزند رئیس الفقہاء، امام المحققین خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ نے اس کا تسلسل برقرار رکھا اور ان روابط کو مزید استحکام بخشا، آپ کے زمانے میں یہ روابط دین و مذہب اور مسلک تک محدود نہیں رہے بلکہ جب خانقاہ قادریہ بدایوں کے ارباب فکر و دانش مسلک حق کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ ملک کے بگڑتے حالات، مسلمانوں کی پسماندگی اور ان کے ساتھ دیگر قوموں کے مکر و فریب کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کے لیے آگے آئیں اور مذہبیات سے آگے بڑھ کر سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو اس وقت خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف بھی خانقاہ قادریہ کے شانہ بشانہ فکری، نظریاتی اور عملی ہر جہت سے ساتھ چل رہی تھی۔ چناں چہ:

بیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ جہاں اسلامیان ہند کے لیے مذہب و مسلک کو لے کر ابتلا و آزمائش کا دور رہا ہے وہیں اس وقت سیاسی محاذ پر ان کا بکھرا ہوا شیرازہ بھی قابل رحم تھا۔ ایک طرف نت نئے فتنے ان کے ایمان و عقیدے پر شب خون مارنے میں لگے ہوئے تھے اور اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ زبردست افتراق و انتشار کی شکار تھی تو دوسری طرف ملک کے سیاسی منظر نامے پر مسلمانوں کی حالت تشویش ناک اور فکر کن حد تک خراب ہو چکی تھی۔ نہ ان کا کوئی سیاسی پلیٹ فارم تھا اور نہ کوئی مضبوط آواز۔ جس کے نتائج یہ نکل کر سامنے آئے کہ کبھی "تحریک خلافت" کے نام پر ان کے جذبات سے کھیلا جاتا، کبھی "تحریک عدم تعاون" کا جوش دلا کر انہیں معاشی حیثیت سے زک پہنچائی جاتی اور کبھی "ہندو مسلم اتحاد" کا خوبصورت نعرہ دے کر ان کے مذہبی تشخص تک کو داؤں پر لگا دیا جاتا جس میں دشمنوں کے ساتھ ساتھ "نادان دوستوں" کا بھی ہاتھ رہا۔ ایسے ہوش ربا اور تڑپا دینے والی صورت حال میں علمائے کرام اور ملت کا درد رکھنے والے مشائخ عظام کا خاموش بیٹھا رہنا ممکن نہیں تھا چناں چہ پورے ہندوستان سے علما و مشائخ اس صورت حال سے مسلمانوں کو باہر لانے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اس کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ جلال الدین قادری (سرائے عالم گیر) لکھتے ہیں:

"ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کی ایک ایسی تنظیم ہو جو مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں رہنمائی کر سکے۔ اس کے پاس ہر مشکل کا حل ہو۔ مساجد کے محراب و ممبر ہوں یا سیاست کا پر خطر راستہ، تبلیغ کا وسیع میدان ہو یا تنظیم کی دشوار گذار منزل، غرضیکہ اس کے دائرہ کار سے زندگی کا کوئی گوشہ خارج نہ ہو۔ انہیں ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اکابر اہل سنت نے ۱۹۲۵ء میں ایک تنظیم قائم کی جو ان کے خلوص اور استقلال سے ایک ملک گیر تنظیم کی صورت اختیار کر گئی۔ اس عظیم جماعت کا نام "آل انڈیا سنی کانفرنس" رکھا گیا، اسے "جمہوریہ عالیہ اسلامیہ" بھی کہتے ہیں"۔ (۱۱)

"آل انڈیا سنی کانفرنس" دراصل ان علما و مشائخ اور دردمندان قوم و ملت کے دل کی آواز تھی جو مسلمانوں کے سیاسی حالات اور اس کی بگڑی صورت حال کو دیکھ کر اندر ہی اندر غم کے گھونٹ پی رہے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد سے جلد امت مسلمہ کو اس بھنور سے نکال کر مذہب و مسلک کے ساتھ ان کی سیاسی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا جائے، تاکہ قوم مسلم کسی محاذ پر خود کو تنہا، اجنبی، کمزور اور لٹا ہوا محسوس نہ کرے اور نہ کوئی دوسرا اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے انہیں استعمال کر سکے۔ جن حالات میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" کی بنیاد رکھی گئی وہ یقیناً ناقابل برداشت اور افسوس ناک تھے۔ مسلمانوں کو مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشی ہر اعتبار سے پیچھے ڈھکیلنے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں جس میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنوں کی کرم فرمائیاں بھی اپنا رنگ دکھا رہی تھیں۔ اس وقت مسلمانوں کو داخلی اور خارجی سطح پر کس طرح کے چیلنجز کا سامان تھا علامہ جلال الدین قادری اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کفار و مشرکین ہند کی کوششیں تھیں کہ تمام اسلامیان ہند کو ہندو بنا لیا جائے یا انہیں ملک سے نکال باہر پھینکا جائے، انہوں نے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، چناں چہ شدھی کی شکل میں فتنۂ ارتداد کی تحریک، سنگھ ٹن کی صورت میں فتنۂ ارتداد کی تنظیم اور توسیع..... اذان کہنے پر فساد، مساجد کا انہدام، کتاب مقدس کی بار بار توہین..... ندوہ کے اشارے سے ہجرت اور عدم تعاون کی تیاریاں، تعلیمی اداروں کی نا

گفتہ بہ حالت اور ان پر ہندوؤں کا تسلط...... مسلمانوں کو ہندوؤں سے ملا کر ان کا قومی و ملی تشخص ختم کرنا وغیرہ ایسے بے شمار واقعات اور حالات تھے جنھوں نے اسلامی قلوب کو تڑپا دیا۔[۱۲]

اور یہی تڑپ ایک تاریخی تنظیم ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے وجود کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جو تاریکی میں بھٹکتے ہوئے مسلمانوں کے لیے امید کی کرن بن کر نمودار ہوئی اور بعد میں جس نے اپنی شاندار کارکردگی سے اسلامیان ہند کے اندر نئی روح پھونک دی۔

اس تنظیم کے بینر تلے مسلمانوں کی مذہبی اور مسلکی رہنمائی کے ساتھ سیاسی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا گیا اور دیکھتے دیکھتے یہ تنظیم ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی شعور و رجحانات اور ملکی مسائل کے حوالے سے ان کے نظریات کی ترجمان بن گئی۔ اس تاریخی تنظیم کی باگ دوڑ جن علمائے کرام، مشائخ اور صاحبان بصیرت کے ہاتھوں میں تھی ان میں ایک نمایاں نام خانقاہ قادریہ کی متحرک ترین شخصیت حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی کا بھی ہے جنھوں نے اپنی بے لوث خدمات اور مساعی جمیلہ سے اس تنظیم کو سیاسی لحاظ سے غیر معمولی قوت کا مالک بنا دیا تھا۔

مجاہد آزادی حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی تنظیم ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے انتہائی متحرک باشعور اور مضبوط قوت ارادی رکھنے والے رکن تھے۔ آپ اس مبارک تنظیم کے شعبۂ نشرواشاعت کے ناظم تھے، زبان و بیان اور خطابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے، تنظیم کی جانب سے ہندوستان میں جہاں بھی پروگرام منعقد ہوتے وہاں مولانا عبدالحامد بدایونی کا خطاب ضرور ہوتا ہے، آپ حسین پیرایہ بیان میں تنظیم کے مقاصد، نتائج، دستور العمل اور اس کی کارگذاریاں نیز اسلامیان ہند کے لیے علمائے کرام کی جاں فشانیوں کا اس ڈھنگ سے تذکرہ کرتے کہ عوام پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، سسکیوں کی آوازیں آتیں اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنی قوم کے لیے جذبات کا لاوا ابلنے لگتا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی کی خطابت اور زبان و بیان کی اثر اندازی مقبولیت اور شہرت کی کس بلندی پر پہنچی ہوئی تھی اس کا اندازہ ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ منعقدہ ۱۱/ فروری ۱۹۴۶ء بمقام پھپھوند شریف کی اس رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے:

”تمام مجمع حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (پروپیگنڈہ سکریٹری آل انڈیا سنی کانفرنس) کی تقریر کے لیے مضطرب تھا اور برابر تقاضے کیے جا رہے تھے کہ حضرت ممدوح تقریر فرمائیں“[۱۳]۔

مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے نہ صرف ہندوپاک بلکہ مکہ و حجاز تک دورے کر کے مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی، مذہبی تشخص کی بقا اور سیاسی وقار کی لڑائی لڑ رہے تھے اور اس لڑائی میں خانقاہ صمدیہ مصباحیہ کے بطل جلیل مجاہد حریت رئیس الفقہا، امام المحققین حضرت علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے توسط سے مولانا عبدالحامد بدایونی اور خانقاہ قادریہ کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

یہاں پہنچ کر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ خانقاہ قادریہ کی جانب سے ملک کی سیاست میں باقاعدہ عملی طور پر حصہ لینے کا آغاز مولانا عبدالماجد قادری بدایونی سے ہوتا ہے جو مولانا عبدالحامد بدایونی کے بڑے بھائی تھے آگے چل کر سیاست کے میدان میں اپنے بڑے بھائی حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی کے ایما پر حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی بھی اتر پڑے[۱۴]۔ اور پھر ان ”بدایونی برادران“ نے مل کر ملک کی سیاست میں جو عہد ساز کارنامے انجام دیے وہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ بدایونی بزرگوں کی سیاست کا محور صرف ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانا نہیں تھا بلکہ سیاست کے میدان میں آنے کا اہم مقصد اسلام کی سرخ روئی، مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت اور ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی تھا جس کے لیے خانقاہ بدایوں کی مذکورہ شخصیات پوری زندگی تگ و دو کرتی رہیں۔

مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی جن سیاسی نظریات کے حامل تھے مجاہد حریت حضرت علامہ سید مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ بھی انھیں سیاسی نظریات پر یقین رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں دونوں خانقاہوں کے درمیان اس قدر ہم آہنگی تھی کہ رئیس الفقہا حضرت خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ سیاسی حلقوں میں مولانا عبدالقدیر بدایونی کے ہم خیال اور رفقائے خاص میں شمار کیے جاتے تھا۔ سیاسی تال میل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد قادری تحریر کرتے ہیں:

”حضرت قیام الدین عبد الباری، حضرت مصباح الحسن مودودی چشتی، حضرت فضل الحسن حسرت موہانی اور المولوی (عبد القدیر بدایونی) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ایسے تھے جو انگریزوں کے خلاف ہر ذریعہ کو استعمال کرنے کو درست سمجھتے تھے۔ اس کا تعلق اصل میں اسلامی تاریخ سے وابستگی سے تھا۔ گاندھی جی عدم تشدد پر عقیدہ رکھتے تھے، مگر یہ جماعت اسے اپنا عقیدہ کیسے بناتی؟“[۱۵]

خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کی عظیم روحانی شخصیت خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ عنہ جہاں سیاسی نظریات میں علامہ عبدالقدیر بدانونی کے

ہم خیال تھے وہیں سیاسی سرگرمیوں میں ان کے رفیق خاص اور خانقاہ بدایونی کی دیگر شخصیات کے ہم رکاب تھے، چناں چہ "آل انڈیا سنی کانفرنس" جیسی تنظیم جس سے خانقاہ بدایوں کی وابستگی نمایاں ہے۔اس تنظیم کے ایک سرگرم، متحرک اور اہم رکن مجاہد حریت حضرت علامہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے، جو اس تنظیم کے واسطے سے ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی مسائل کو اپنے ناخن تدبیر سے سلجھانے کی مبارک کوشش فرمارہے تھے۔جب "آل انڈیا سنی کانفرنس" ملک کے چپے چپے میں جلسے کر کے مسلمانوں کی ذہن سازی اور انہیں مستقبل کے لیے ہر اعتبار سے تیار رہنے کے لیے مہمیز کر رہی تھی اس وقت تنظیم کے دو تاریخی اجلاس خانقاہ پھپھوند شریف کے زیر سرپرستی اور مجاہد آزادی حضرت علامہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بافیض قیادت ورہنمائی میں منعقد ہوئے، جس میں پہلا اجلاس ۱۱ر فروری ۱۹۴۶ء میں ہوا اور دوسرا اجلاس دو مہینہ کے بعد ۲۰ر مئی ۱۹۴۶ء میں ہوا۔اس تاریخی اجلاس میں ملک وملت کی عظیم شخصیات نے شرکت فرمائی مثلاً: ابو الحامد سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضی اللہ تعالٰی عنہم اور خانقاہ قادریہ بدایوں کی نمائندگی مجاہد آزادی حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی کررہے تھے۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس" کے پہلے اجلاس میں حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی کے ولولہ انگیز اور پرجوش خطاب کی کافی پزیرائی ہوئی تھی اور عوام وخواص میں بہت مقبول ہوئی تھی، چناں چہ دوسرے اجلاس میں مجاہد حریت رئیس الفقہا حضرت خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی کو قوم سے خطاب کرنے کا اشارہ فرمایا اور جن نکات پر گفتگو کرنا تھی ان کو روبرو رکھ دیے، مولانا جلال الدین قادری لکھتے ہیں:

"سنی کانفرنس پھپھوند کے اس اجلاس میں مولانا سید مصباح الحسن زیب آستانہ پھپھوند نے مولانا بدایونی سے فرمایا کہ: "آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی پاس کردہ تجاویز، مسائل حاضرہ اور وزارتی ڈیلی گیشن کی سفارشات نیز مسئلہ پاکستان پر اہل سنت و جماعت کے موقف پر روشنی ڈالیں"[16]۔

حاصل کلام یہ کہ مذکورہ سرگرمیاں بخوبی اس بات کا پتہ دے رہی ہیں کہ خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کے درمیان سیاسی لحاظ سے مضبوط روابط اور تعلقات تھے جسے تاریخ اپنے حافظے میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔

ربط محبت:

حافظ بخاری خواجہ عبد الصمد چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطے سے خانقاہ بدایوں کے ساتھ خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کے جو علمی اور تبلیغی روابط قائم ہوئے تھے وہ خواجہ مصباح الحسن چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد میں سیاست سے گذرتے ہوئے فرد الوقت، سید المتوکلین، امام الکاملین اکبر المشائخ حضرت علامہ سید شاہ اکبر میاں رضی اللہ تعالٰی عنہ تک آتے آتے آپ کی مبارک کوشش سے "رشتۂ مصاہرت" میں بدل جاتے ہیں، چناں چہ تاجدار اہل سنت حضرت علامہ شیخ سالم القادری دام ظلہ العالی، جو خانقاہ قادریہ کے موجودہ صاحب سجادہ، مجاہد آزادی حضرت علامہ عبد القدیر بدایونی . کے نور نظر، اپنے اسلاف کی روحانی امانتوں کے امین، عاشق رسول، محب غوث اعظم اور صبر وتحمل کے پیکر جمیل ہیں، اکبر المشائخ . کی سب سے بڑی صاحب زادی صاحبہ آپ ہی کے عقد میں ہیں، جن کی گود میں شہید بغداد علامہ اسید الحق قادری، خطیب ہندوستان حضرت علامہ عطیف میاں قادری اور مدبر ملت حضرت علامہ عزام میاں قادری جیسے لعل وگہر پران چڑھے، جنہوں نے دینی دعوت وتبلیغ، مسلک ومذہب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں کے علمی سرمایہ کی بازیابی اور خانقاہ قادریہ بدایوں کی علمی جہت سے نشاۃ ثانیہ میں تاریخ ساز کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں۔اب دونوں خانقاہوں کے درمیان علمی، دعوتی اور سیاسی روابط کے ساتھ "ربط محبت" کی خوشبو بھی مہک رہی ہے اور دونوں جانب سے پورے اخلاص کے ساتھ اس رشتۂ محبت کو نبھایا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ ملک کی ان دونوں خانقاہوں کا اقبال ہمیشہ بلند رکھے، نظر حاسدن سے بچائے اور ان کی روحانی اور علمی روایتوں کو قیامت تک کا تسلسل عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ و سلم

حوالہ جات:

۸۔بحوالہ سابق، ص:۶۸

۹۔دستور العمل ص:۸، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۷ر صفر ۱۳۱۴ھ

۱۰۔ماہنامہ مظہر حق کا "تاج الفحول نمبر" ص:۲۵۹، جلد:۱، شمارہ ۱۰/۹/۸/۱۱، نومبر تا مارچ ۱۹۹۸ ۔ ۱۹۹۹

۱۱۔خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص:۱۳۰۔عالمی دعوت اسلامیہ، فصیح روڈ اسلامیہ پارک، لاہور

۱۲۔بحوالہ سابق ص:۷۶/۷۷ .... ۱۳۔بحوالہ سابق، ص:۳۱۴

۱۴۔احوال ومقامات، مولفہ محمد قادری، ص:۱۷۹، مطبوعہ دائرہ پریس چھتہ بازار حیدرآباد .... ۱۵۔بحوالہ سابق، ص ۱۸۲

۱۶۔خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص:۳۲۱۔

تاج الشریعہ - چند یادیں، چند باتیں

ڈاکٹر شرر مصباحی

یادش بخیر!

کوئی اڑتیس برس پہلے جب حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی دوبارہ بہرائچ لوک سبھا حلقہ سے ممبر منتخب ہوئے تو انھیں دہلی میں عارضی قیام کے لیے گول مارکیٹ کے ڈی آئی زید ایریا میں تین کمروں پر مشتمل فلیٹ الاٹ کیا گیا، پھر چند ہفتوں کے بعد نارتھ ایونیو میں منتقل کیے گئے۔ اُن دنوں علامہ ارشد القادری اور مولانا اسرار الحق دہلی کی حاضری میں آپ کے ہی یہاں ٹھہرتے تھے، میں قرول باغ سے ہر دوسرے تیسرے دن جایا کرتا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد مجھے خبر ہوئی کہ بریلی شریف سے حضرت تاج الشریعہ ایم پی صاحب کے یہاں تشریف لائے ہیں میں حضرت موصوف سے نیاز و ملاقات کے لیے حاضر ہوا، گیٹ پر میرے کرم فرما پروفیسر سید غلام سمنانی کھڑے تھے انھوں نے کہا کہ تاج الشریعہ کے ساتھ مفتی راجستھان بھی موجود ہیں، میں بڑے روم میں پہنچ کر سلام پیش کر کے ایک طرف بیٹھ گیا، یہ حضرات کسی موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے، اس وقت مجھے چین کی ایک کہاوت یاد آگئی کہ ہمارے بچوں کے کان ہوتے ہیں، زبان نہیں، یعنی بچے جب بزرگوں میں بیٹھتے ہیں تو وہ ان کی باتیں سنتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں، میں بھی خاموش رہا اور سنتا رہا کچھ دیر کے بعد تاج الشریعہ نے میری طرف روئے التفات کیا، پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں میں نے نام بتایا تو انھوں نے کہا کہ آپ کا نام بھی سنا ہے اور تحریر میں بھی پڑھی ہیں، سلسلۂ کلام آگے بڑھا تو میں نے ہمت کر کے حدائقِ بخشش کے ایک شعر کے تعلق سے استفسار کیا، جب میں نے یہ مصرع پڑھا:

"محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام"

اور اشکال ظاہر کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کی مزید وضاحت کیجیے، میں نے کہا کہ یہ مصرع مجھ سے صحیح عروضی وزن کے ساتھ پڑھا نہیں جا رہا ہے، مزید عرض کیا کہ فقط محی تھا...... تعلیل کے بعد محیّ ہو گیا (جیسے ہم محی الدین میں فقط محی پڑھتے ہیں) ایسی صورت میں .... میں وزن سلامت نہیں رہ جاتا۔ الا یہ کہ محی کی حائے حطی مشدد پڑھی جائے۔

حضرت تاج الشریعہ نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکایا پھر سر اٹھایا تو چہرے پر خوشی کے آثار تھے میں سمجھ گیا کہ حضرت نے سر جھکا کر غور و فکر کیا اور اس کا حل نکل آیا، اب سلسلۂ کلام یوں جاری ہوا۔

ارشاد: .... کے قاعدہ کو فی الحال طاق پر رکھیے یہ بتائیے کہ اگر لفظ محی کی جگہ مصرع میں "مکرم" (باب اکرام کا اسم فاعل) پڑھا جائے تو مصرع موزوں ہو جائے گا۔

عرض: بالکل موزوں ہو جائے گا۔

ارشاد: اور اگر لفظ متقی کو محی کی جگہ پڑھا جائے تو مصرع موزوں ہو گا؟

عرض: بالکل موزوں ہو گا۔

ارشاد: پھر اسے محی الدین کے طرز پر کیوں پڑھا جائے کیوں نہ باب افعال سے یہ اسم فاعل مفتی اور مکرم کے وزن پر پڑھا جائے اور یائے آخر کو کسرۂ اضافت دے کر محیِی بروزن متقی پڑھا جائے۔

قرآن کریم میں ہے: "اَلَیۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾" کے ممکن ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس سے استفادہ کیا ہو۔

عرض: حضور اب مصرع بالکل موزوں ہو گیا۔

حضور تاج الشریعہ سے دوسری ملاقات مولانا یٰسین اختر مصباحی کے دار القلم میں قادری مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے موقع پر ہوئی تھی، وہاں انھوں نے تھوڑی دیر کے لیے مجھے تنہائی میں اپنی ایک غزل اردو اور ایک نظم عربی دکھائی اس کے ساتھ جو ارشادِ گرامی ہوا اسے میں تحدیثِ نعمت کے طور پر ملاقات حافظ محمد قمر الدین رضوی ایڈیٹر کنز الایمان دہلی کے ساتھ حضور تاج الشریعہ کے در دولت پر ہوئی۔ آپ نے مولانا شہاب الدین سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اگر ٹھہریں تو دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں کھائیں گے، میں نے عرض کیا کہ حضور بس تھوڑی دیر میں بدایوں جانا ہے، وہاں سے مارہرہ اور دیر رات گئے تک دہلی پہنچنا ہے۔

حضرت کے درِ دولت سے قاضی عبد السلام صاحب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا جو دار الافتا میں تشریف فرما تھے، میرے آنے کی خبر سن کر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بھی آ گئے۔ میں نے مفتی صاحب سے ٹائی کے جواز و عدمِ جواز کے تعلق سے گفتگو کی، ایک خبر انھوں نے کہ کہ اس سلسلہ میں آپ حضور تاج الشریعہ سے رجوع کیجیے۔

حضور تاج الشریعہ علومِ اعلیٰ حضرت کے سچے وارث تھے غضب کا حافظہ تھا، آخری عمر میں ضعف سماعت و بصارت کے باوجود جو کچھ املا کراتے تھے اس کی عبارتیں انقطاع تسلسل کے بغیر بالکل پہلی جیسی ہوتی تھیں، کتابوں کے حوالے اور کتابوں کی عبارت کی عبارت نوک زباں تھی۔

تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ترجمہ نگاری

المعتقد المنتقد کی روشنی میں

مولانا فیاض احمد برکاتی مصباحی

تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند علامہ الشاہ اختر رضا خان ازہری (۱۴۳۹ھ) علیہ الرحمۃ والرضوان پندرہویں صدی کی ان اسلامی بزرگ شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے نام اور کارناموں سے اہل اسلام کا ہر پڑھا لکھا طبقہ متعارف ہے، عالم اسلام کا کوئی فرد جو علوم اسلامیہ سے شغف رکھتا ہو "تاج الشریعہ" سے ضرور واقف رہا ہے، خدائے لم یزل نے اپنے اس خاص بندے کو علم وتقویٰ کا وہ شہرہ عطا کیا تھا جس کی مثال خال خال ہی کائنات میں نظر آتی ہے۔ یوروپ وامریکہ کی چکا چوند ہو یا افریقہ کا ریگزار، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب۔ چہار دانگ عالم کو تاج الشریعہ کے تقویٰ وطہارت علم وفلسفہ اور نعتیہ شاعری نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ہدایت کے لیے حضور تاج الشریعہ نے دنیا کے قابلِ ذکر مقامات کا سفر کیا اور بعض ممالک کا تو اس کثرت دورہ فرمایا کہ بسا اوقات اس ملک کے باسی ہونے کا خیال گزرا۔ اپنی خداداد صلاحیت سے لاکھوں تشنگان حق کی پیاس بجھائی، جدھر سے گزرے زمانہ پلکیں بچھائے دورویہ کھڑا ہو گیا۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شہرت اور نیک نامی کی دولت جس قدر آپ کے حصے میں آئی وہ کسی اور کو اس صدی میں نہ ملی۔

علمی طور پر بات کریں تو علوم اعلیٰ حضرت کے سچے جانشیں تھے۔ علم وآگہی کا کوئی گوشہ آپ کی نگاہ ناز سے پوشیدہ نہ تھا۔ زبان وادب پر کامل ملکہ حاصل تھا۔ جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی شاعری ہے۔ قادر الکلام شاعر ہونے کی حیثیت سے صاحب دیوان شاعر ہوئے۔ پوری زندگی آپ نے نعتیہ شاعری سے شغف رکھا جو خاندانی میراث بھی تھا اور اہل دل کے اطمینان کا سامان بھی۔ عربی زبان وادب پر مہارت کا بہترین نمونہ آپ کی عربی شاعری ہے۔ حضور تاج الشریعہ صرف ایک پیرو مرشد نہیں تھے بلکہ مرشد العلما تھے، سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بھی آپ نے علمی دنیا کو اپنے علمی کمالات سے متعارف کرایا علم القرآن علم العقائد علم فلسفہ وکلام، تاریخ وسیر علم المعانی والبدیع، علم التجوید والقرات، علم الفقہ وعلم الحدیث آپ کا خاص میدان تھا جس کا بین ثبوت علمی دنیا کو متاثر کرنے والی آپ کی علمی تحقیقات ہیں۔

غالباً ۲۰۰۶/ ۲۰۰۷ء میں جامعہ اشرفیہ میں طالب علمی کے دوران یہ خبر کسی جریدے کے ذریعہ موصول ہوئی کہ "حضور تاج الشریعہ نے دور اخیر کی علم الکلام کی شہرہ آفاق عربی کتاب "المعتقد المنتقد" کا اردو ترجمہ فرمادیا ہے اور جلدی ہی یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہے۔ ایک تو اپنی مصروفیات دوسرے علم کلام جیسا خشک موضوع جو ہم جیسوں کا پتہ پانی کر دے، ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس کی طرف توجہ کروں، کتاب خرید کر رکھ لی تھی، ایک دن کسی ضروری مسئلے کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کی طرف متوجہ ہوا تو "حیرت انگیز خوشی حاصل ہوئی" کہ علم کلام اور علم العقائد کی اس بلند رتبہ کتاب کا ترجمہ حضور تاج الشریعہ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا ہے۔ پوری کتاب شروع سے آخر تک پڑھ جائیے کہیں بھی ترجمے کا احساس نہیں ہوتا۔ اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے یہ اپنے موضوع پر مستقل کتاب لگتی ہے۔ ترجمہ نگاری آج کی دنیا میں ایک فنی حیثیت کا حامل سبجیکٹ ہے۔ ترجمہ نگاری کی تین شکلیں عام طور پر متداول ہیں۔ لفظی ترجمہ، مضامین ومفاہیم کی ترجمانی اور، لفظی ترجمہ وترجمانی کا حسین سنگم۔ تیسری صورت خاصی مشکل تسلیم کی جاتی ہے جس میں لفظیات کے ترجمے سے مکمل گریز بھی نہیں کیا جاتا اور ترجمانی کی چلمن سے حسن فن کو محجوب بھی نہیں کیا جاتا۔ ترجمہ ہو یا ترجمانی یہ کام بڑا جاں گداز ہوتا ہے۔ دونوں زبان وادب پر کامل دسترس کے ساتھ فنی مہارت بھی ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو "ہدایہ اور الاشباہ" کے ترجمے ہر عربی وانگلش کا جاننے والا کرنے کی کوشش کرتا۔ جب بھی کبھی کسی فن کا نہ جاننے والا کسی زبان کی اہم کتاب کو دوسری زبان میں منتقل کرتا ہے تو وہ کچھ کرے یا

نہ کرے اس فن کی اصل خوبی کا قتل ضرور کر گزرتا ہے۔ اس کی مثال ہماری اردو زبان میں بہت سی کتابوں کی شکل میں دستیاب ہیں خاص کر فن تصوف پر تصوف نہ جاننے والوں نے جو ظلم کیا ہے یہ "فن تصوف پر انجانا ظلم" کے عنوان سے مستقل ایک تحقیقاتی موضوع بن سکتا ہے لیکن "المعتقد المنتقد" جس فن کی کتاب تھی حضور تاج الشریعہ کے لیے وہ فن ان کے فکر وقلم کا محور تھا۔ آپ کا گھرانہ کئی نسل سے متکلّمین اسلام کے حوالے سے پوری دنیا میں شہرت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے ترجمے میں فن کلام کی دقیق بحثیں بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ یہ ایسی بحث ہے جس پر سیر حاصل گفتگو کے لیے وقیع مقالے کی ضرورت ہے ہم جزوی طور پر اس چھوٹے سے مضمون میں اس اہم کتاب کو جستہ جستہ دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

"المعتقد المنتقد" سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ کی عربی زبان میں علم الکلام کی شہرہ آفاق کتاب ہے جو ہندوستان میں مسلم سلطنت کی دور اخیر کی چند اہم یادگاروں میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب اپنے مخالف پر دلائل قائم کرنے کے مضبوط طریقے سے آگاہی کراتی ہے۔ اس اہم کتاب کے مطالعے کے بعد اس کے کچھ گنجلک عبارتوں کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے واضح کیا ہے جس کا نام "المعتمد المستند" رکھا، دونوں کتاب پر ایک تاریخی تعلیق استاذ الاساتذہ علامہ محمد احمد مصباحی سابق پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے لکھی ہے اس کا نام " حدوث الفتن فی اعیان السنن" ہے۔ یہ تعلیق بھی مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے جس میں اسلامی فرق کے عقائد و تاریخ کا تفصیلی بیان ہے۔ المعتقد اور المعتمد کا ترجمہ حضور تاج الشریعہ نے کیا ہے۔ حضرت مولانا شعیب علیہ الرحمہ کی تحریک پر یہ ترجمہ کیا گیا ہے، ترجمہ بھی تاج الشریعہ نے کتاب دیکھ کر نہیں کیا بلکہ کتاب کی قرات کی گئی اور ترجمہ نقل کرایا گیا ہے۔ یہ کام کتنا مشکل اور کٹھن ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کو واقعی علمی دنیا سے شغف ہو۔ ترجمے کی ابتدا ۱۷ / ۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ / ۲۳ / اگست ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب لنکن گھڑی سے سات بج کر ۲۵ / منٹ پر اور انڈین ٹائم سے چھ بج کر ۵۵ / منٹ پر الحاج عبد الستار صاحب رضوی کولمبو سری لنکا کے مکان سے ہوئی۔

اب آئیے چند جگہوں سے ترجمہ بھی دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ذات باری "حی و قیوم" ہے قائم بنفسہ ہے۔ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ لکھتے ہیں: "اور ان عقائد سے (جن کا جاننا واجب ہے) یہ ہے کہ وہ بنفسہ قائم ہے یعنی اپنے ماسوا سے بے نیاز ہے کسی محل کا محتاج نہیں جس کے ساتھ قائم ہو ورنہ صفت ٹھہرے گا اور واقع ایسا نہیں اس لیے کہ صفت سے دوسری صفت قائم نہیں ہوتی اور وہ ہر عیب سے پاک صفات سے متصف ہے اور کسی مخصص کا جو اس کی ایجاد کرے یا اس کو امداد دے محتاج نہیں اس لیے کہ اس کے لیے وجود وقدم وبقا باعتبار ذات وصفات واجب ہے اور یہی استغنائے مطلق ہے اور استغنائے حقیقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر غیر کو استغنا سے موصوف کیا جائے تو مجاز ہے۔" (ص ۴۷)

ترجمہ کے اسلوب سے اندازہ لگائیں کہیں سے یہ گمان نہیں گزرتا کہ ہم اصل کتاب نہیں پڑھ رہے ہیں۔ امامت اور خلافت، اسلام کا بہت ہی اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس میں تمام فرق کے درمیان سب سے صحیح عقیدہ اہل سنت کا ہے، اسی خلافت و امامت کے ضمن میں فضیلت اور افضلیت صحابہ کی بحث بھی آجاتی ہے، اس کتاب کا اصل موضوع اعتزال جدید کے عقائد کا بطلان ہے اس لیے جگہ جگہ ان کے نام سے سابقہ پڑنا لازمی ہے۔ اس اہم موضوع پر کتاب کی سلاست دیکھیے!

"اور امام برحق رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، اور (ان چاروں کی) فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے۔ ہم گروہ اہل سنت کا عقیدہ تمام صحابہ کو ان کے لیے عدالت ثابت مان کر ستھرا جاننا ہے، اور ان میں سے کسی کے لیے معصوم ہونے کا دعوی کیے بغیر اسی طرح ان کی تعریف کرنا، جس طرح اللہ ورسول نے ان کی تعریف فرمائی۔"

ترجمہ کے حسن کو مزید اچھی طرح سمجھنے کے لیے پوری کتاب کی ورق گردانی ضروری ہے۔ جسے شوق ہو اصل کتاب سامنے رکھ کر بھی ترجمے کی حیثیت کا اندازہ کرلے۔ ☆☆☆

موجودہ معاشی بحران اور اس کا حل

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جون ۲۰۱۰ء کا عنوان	کورونا کا سنگین دور - عبادات اور دعائیں
جولائی ۲۰۱۰ء کا عنوان	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت - ایک جائزہ

کورونا وائرس کے معاشی اثرات

از: ڈاکٹر محمد آصف احسان، maehsan@hotmail.co.uk

امریکہ میں اکتوبر ۱۹۲۹ء میں ایک بڑے معاشی بحران نے جنم لیا۔ اس کو تاریخ میں عظیم کساد بازاری (Great Depression) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بحران نے مال دار اور غریب ممالک کو یکساں طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ صنعتیں بند ہو گئی تھیں، سرمایہ کاروں کی ساری جمع پونجی ڈوب گئی تھی اور اقتصادی ترقی و خوشحالی قصہ پارینہ بن گئی تھی۔ پوری دنیا میں بے روزگاری کی شرح ۳۳ فی صد سے تجاوز کر گئی۔ چناں چہ صرف برطانیہ میں تیس لاکھ، جرمنی میں ساٹھ لاکھ اور امریکا میں ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد بے روزگار ہوئے۔ معاشی ابتری کی وجہ سے عالمی تجارت کا مجموعی حجم ۵۰ فی صد سے بھی زیادہ تنزل کا شکار ہو گیا۔ اشیائے خورونوش کی گرانی، حالات کی بے یقینی اور لگاتار پریشانیوں نے بے شمار لوگوں کو خودکشیوں پر مجبور کر دیا۔ اس بحران کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ ۱۹۳۲ء تک امریکا میں موجود ہر قابل ذکر بینک بند ہو چکا تھا۔

کسادِ عظیم ۱۹۳۳ء یعنی چار سال تک پوری شدت کے ساتھ برقرار رہا۔ اس دوران میں دنیا میں بالعموم اور یورپ اور لاطینی امریکہ میں بالخصوص غربت کے مارے عوام نے پے در پے ہڑتالوں اور ہنگاموں کے ذریعے اندرونی خلفشار اور عدم استحکام کو برانگیختہ کیا۔ چناں چہ کئی ملکوں میں انتظامی و سیاسی منظر نامہ یکسر بدل گیا۔ جرمنی میں نازی پارٹی کے سربراہ ایڈولف ہٹلر نے ان ہی دگرگوں حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۹۳۳ء میں جمہوریت کی بساط لپیٹ کر اپنے آمرانہ اقتدار کی راہ ہموار کی۔

کرونا وائرس اس سال کے اوائل میں دنیا میں پھیلنا شروع ہوا۔ ابتدا میں احتیاطی تدابیر کے حوالے سے لوگوں کا رویہ سطحی اور غیر سنجیدہ تھا۔ تاہم جوں جوں وائرس کی شدت نے زور پکڑا اور اس کی ہلاکت آفرینی کے اثرات نمایاں ہوئے تو مختلف ملکوں نے سخت حفاظتی اقدامات کیے۔ دنیا کے طول و عرض میں طویل لاک ڈاؤن کی بنا پر لاکھوں کمپنیاں بند ہو چکی ہیں اور کروڑوں لوگ اپنی ملازمتوں سے عارضی یا مستقل طور پر ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

آئی ایم ایف کے مطابق اس سال عالمی معیشت کو ۳ فی صد تک خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی لیے معاشی ماہرین نے اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ اقتصادی مشکلات اور زبوں حالی کے اعتبار سے آنے والا وقت کسادِ عظیم کی بھیانک یادوں کو تازہ کر سکتا ہے۔ ایک حالیہ

رپورٹ کے مطابق اگر برطانیہ میں لاک ڈاؤن مزید دو تین ماہ جاری رہتا ہے تو برطانوی معیشت اس حد تک انحطاط اور گراوٹ کا شکار ہو جائے گی جس کی گذشتہ تین صدیوں میں مثال ملنا محال ہے۔

کرونا وائرس کے بے مہار پھیلاؤ کے باعث مغربی ممالک کی سٹاک مارکیٹوں میں ۱۹۸۷ء کے بعد پہلی مرتبہ زبردست مندا پڑا ہے۔ ماضی قریب میں کئی ملکوں کے مرکزی بینکوں نے سود کی شرح میں کمی کا اعلان کیا ہے تاکہ سرمایہ کاری کو فروغ اور لوگوں کو روزگار ملے۔ اگر لوگ مالی طور پر آسودہ ہوں گے تو اشیائے صرف کی مانگ ہو گی، طلب و رسد میں توازن برقرار رکھنے کے لیے صنعتیں اور کاروبار چلیں گے اور یوں معاشی ترقی کا پہیا حرکت کرتا رہے گا۔ تاہم سرمایہ کار خائف ہیں کہ وائرس کی تباہ کاریاں فزوں تر ہو سکتی ہیں اور ان کا سرمایہ خطرے سے دوچار ہو سکتا ہے۔

لاک ڈاؤن کی وجہ سے شہر تو کجا، پورے پورے ملک قرنطینہ میں چلے گئے ہیں۔ سو سے زیادہ ملکوں میں بلاضرورت نقل وحمل پر سخت پابندیاں عائد ہیں۔ لوگوں کے اپنے گھر تک محدود ہونے کے سبب پیٹرولیم مصنوعات کی طلب میں واضح کمی واقع ہوئی ہے۔ چناں چہ پیٹرول کی قیمتیں اکیس سال کی کم ترین سطح کو چھو رہی ہیں۔ کرونا وائرس کی وبا نے ہوابازی کی صنعت کے ساتھ سیروسیاحت کو بھی بہت بری طرح متاثر کیا ہے۔ جابجا موجود تاریخی و تفریحی مقامات، میوزیم، ریستوران اور ہوٹل سب بند اور ان سے وابستہ افراد بے کار ہیں۔

امریکا میں اپریل کے آخر تک کم و بیش پینتالیس لاکھ لوگ بے روزگار ہوئے ہیں۔ دیگر ملکوں میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں۔ عام حالات میں مغربی ممالک میں بے روزگاری کی شرح کم ہوتی ہے۔ زیادہ تر لوگ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ صرف چھٹی کا دن ہوتا ہے جب وہ اپنے شریکِ زندگی یا خاندان کے افراد کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ موجودہ حالات نے یورپ اور امریکہ میں رہنے والے افراد کو بے روزگاری کے ساتھ ایک اور مخمصے میں بھی مبتلا کر دیا ہے اور وہ ہے گھریلو چپقلش اور ناچاقی۔ بیشتر لوگ شباب و شراب اور عیش و نشاط کے رسیا ہوتے ہیں۔ پس اندازی بھی ان کی عادت نہیں۔ چناں چہ روزی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی زندگیاں اضطراب اور بے قراری اور باہمی ان بن کے سبب اجیرن بن چکی ہیں۔

اعداد و شمار کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہر ملک میں کرونا وائرس کے پھیلاؤ کی رفتار اور اس کا دائرہ کار مختلف ہیں۔ ویکسین کی تیاری میں کتنا وقت لگے گا یا دنیا کو کب تک اس بلائے بے درماں سے نجات ملتی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ڈر صرف یہ ہے کہ جب تک عراق سے تریاق آئے گا، مریض ہی نہ دم توڑ دے۔

قرآن کریم میں ہے: ”لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا اور وہ اعراض کرتے ہوئے غفلت میں مبتلا ہیں۔“ ★★★★

عالمی معیشت-کل، آج اور کل

از: مہتاب پیامی-payamee@gmail.com

تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ چین میں کورونا کا پہلا کیس نومبر ۲۰۱۹ء میں سامنے آیا تھا لیکن کورونا کے عالمی معیشت پر تباہ کن اثرات کا آغاز وسط فروری ۲۰۲۰ء سے ہوا۔ کورونا کو کنٹرول کرنے کے لیے جو لاک ڈاؤن چین میں شروع ہوا، وہ سختی کے اعتبار سے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ پورے کرۂ ارض پر پھیل گیا۔ ملکوں کے اندر لاک ڈاؤن کے ساتھ ساتھ سرحدیں بھی بند ہو گئیں۔ اسے عالمی مالیاتی ادارے (IMF) کی چیف اکنامسٹ گیتا گوپی ناتھ نے انسانی تاریخ کا "Great Lockdown" قرار دیا ہے۔ اس سے نہ صرف عالمی معیشت بلکہ قومی معیشتیں بھی انتہائی سست روی کا شکار ہوئیں جب کہ عالمی سطح پر کروڑہا افراد بے روزگار ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں مزید ۹۰ کروڑ افراد اپنے روزگار سے محروم ہو سکتے ہیں۔ سروس انڈسٹری اور مینوفیکچرنگ انڈسٹری بہت بری طرح متاثر ہوئی ہے، ۶۰ فیصد سروس انڈسٹری یا تو بند ہو چکی ہے یا اس نے اپنی سروسز محدود کر دی ہیں۔ ٹرانسپورٹیشن، رئیل اسٹیٹ، ٹریول اور ٹورزم کے شعبے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ آن لائن سروسز میں اگرچہ اضافہ ہوا ہے لیکن اس سے سروس انڈسٹری کو ہونے والے نقصانات کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

کورونا کے بعد بھی سروس انڈسٹری کی فوری بحالی ممکن نہیں کیونکہ

صارفین پہلے کی طرح اخراجات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ مینوفیکچرنگ انڈسٹری بھی زبردست بحران کا شکار ہے۔ امریکا سے یورپ اور ایشیا تک کارخانے یا تو عارضی طور پر بند ہو گئے ہیں یا انہوں نے طلب نہ ہونے کی وجہ سے اپنی پیداوار کم کر دی ہے۔ انڈسٹری کے پہلے والی پوزیشن پر آنے کے امکانات بھی بہت محدود ہیں کیونکہ عالمی تجارت کا حجم اس سال بہت کم ہو جائے گا۔ یہ کمی ۱۲.۹ رفیصد سے ۳۱.۹ فیصد ہو سکتی ہے۔ اس کا انحصار عالمی معیشت پر ہے۔

ماہرین کی آرا:

دنیا بھر کے ماہرین معاشیات مسلسل یہی کہہ رہے ہیں کہ اگر کورونا وائرس پر جلد ہی قابو نہ پایا گیا تو عالمی معیشت کا ڈھانچہ بکھر کر رہ جائے گا۔ اسی سلسلے میں روسی صدر ولادمیر پتن نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ کورونا وائرس کے پھیلاؤ سے عالمی معیشت پر برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ صدر پتن نے تیل کے نرخوں میں ریکارڈ کمی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ابھی یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ نرخوں میں کمی کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا تاہم صورتحال سے نمٹنے کے لیے تیاری کرنا ہوگی۔

عالمی میڈیا کے مطابق کورونا وائرس کی وجہ سے تیل کے نرخ ایک برس کے دوران انتہائی نچلی سطح پر آ گئے ہیں جبکہ تیل نرخوں میں کمی کا ۴۰ رسالہ ریکارڈ ٹوٹنے کے قریب ہے۔

معاشی ماہرین اندازہ ہے کہ تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک اور اتحادی تیل پیداوار میں بڑی کمی کریں گے۔ اوپیک پلس نے بتایا کہ وہ کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے بعد ذمہ دارانہ فیصلہ کرے گی۔ اوپیک کے عہدیداروں کا کہنا ہے کہ وہ تیل کے نرخوں میں تیزی کے ساتھ آنے والی گراوٹ کو روکنے کی کوشش کرے گی۔

عالمی معیشت کی منفی شرح ترقی:

عالمی معیشت کی شرح ترقی میں اس سال ۵.۲ فیصد کی گراوٹ آنے کا اندازہ ہے، کیونکہ بیشتر معیشت میں فی کس آمدنی گھٹ کر ۱۸۷۰ کے بعد کی ذیلی سطح پر آ گئی ہے۔ رپورٹ میں اس سال فی کس آمدنی ۳.۶ فیصد کی گراوٹ سے کروڑوں لوگ زبردست غربت کا شکار ہو جائیں گے۔ عالمی بینک گروپ وائس پریسیڈنٹ سیلا پچر بسیوگلو نے کہا کہ یہ کافی خطرناک نظارہ ہے، کیونکہ بحران کا اثر طویل مدت تک رہنے والا ہے اور دنیا بھر کے لیے چیلنج کھڑا ہو گیا ہے۔ رپورٹ میں عالمی معاشی ترقی کی شرح اگلے سال واپس ۴.۲ فیصد تک رہنے کی امید کی گئی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی معیشتوں کی شرح ترقی میں اس سال ۷ فیصد کی گراوٹ دیکھنے کو مل سکتی ہے، لیکن اگلے سال ۳.۹ فیصد اضافہ ہو سکتا ہے۔

مشرق وسطی اور اسلامی ممالک کی حالت:

عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف نے بھی خبردار کیا ہے کہ اگر حکومتیں کورونا کے چیلنج سے موثر طریقے سے نمٹنے میں ناکام رہیں تو مسلم ممالک میں سماجی بے چینی اور عدم استحکام میں اضافہ ہوگا۔ عالمی مالیاتی ادارے کے مطابق خطے میں سب سے بڑا چیلنج جنگ سے متاثرہ یمن، افغانستان اور عراق کا ہے۔ ساتھ ہی وہ ملک جہاں پناہ گزینوں کی بہت بڑی آبادیاں ہیں، اس بحران سے بری طرح متاثر ہوں گے۔ ان میں لبنان، اردن اور پاکستان شامل ہیں۔ آئی ایم ایف نے ان چھ ممالک کے لیے "منفی پیداوار" کی پیشین گوئی کی ہے۔ مشرق وسطی میں کورونا کے کوئی پونے دو لاکھ کیسز رپورٹ ہوئے ہیں جبکہ کثیر تعداد میں اموات ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ متاثرہ ملک ایران ہے۔ ایران پہلے ہی امریکی پابندی کی وجہ سے کساد بازاری کا شکار ہے۔ لیکن اس عالمی وبا نے تہران حکومت پر اقتصادی دباؤ مزید بڑھا دیا ہے۔ ایسے میں آئی ایم ایف کے مطابق اس سال ایرانی معیشت چھ فیصد تک سکڑنے کا امکان ہے۔ حالیہ دنوں میں ایران نے مجبور ہو کر چھ دہائیوں میں پہلی بار عالمی مالیاتی ادارے سے پانچ ارب ڈالر کے قرضے کے لیے رجوع کیا ہے۔

آئی ایم ایف کے مطابق تیل کی گرتی ہوئی عالمی قیمتیں سعودی عرب کے لیے خاص دھچکا ہیں۔ کورونا کے باعث مکہ اور مدینہ بند ہو جانے کے بعد سعودی عرب کی مذہبی سیاحت سے کمائی کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔ آئی ایم ایف کے مطابق ان حالات میں سعودی عرب اس سال کساد بازاری کا شکار ہو جائے گا اور اس کی معیشت ۲.۳ فیصد سکڑنے کا امکان ہے۔ اسی طرح تیل کی برآمد پر انحصار کرنے والے دیگر ملکوں کے مالیاتی ذخائر میں کمی آ رہی ہے جب کہ کورونا سے نمٹنے کے لیے ان کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس صورت حال سے متاثر ہونے والوں میں الجزائر، بحرین، عراق اور عمان جیسے ممالک شامل ہیں۔

خلیجی ممالک میں متحدہ عرب امارات اور قطر بھی تیل کی عالمی قیمتیں کریش کر جانے کی وجہ سے معاشی سست روی کا شکار ہوں گے۔ فلائٹس، ایئرپورٹ اور سیاحت بند ہو جانے سے ان ممالک کی

معاشی سرگرمیوں کو دھچکا لگا ہے۔ آئی ایم ایف کے مطابق اس سال متحدہ عرب امارات کی معیشت ساڑھے تین فیصد جبکہ قطر کی معیشت چار فیصد تک سکڑنے کا امکان ہے۔ادھر مصر میں بھی سیاحت کی صنعت بیٹھ جانے اور تارکین وطن کی طرف سے بھیجی جانے والی رقوم میں نمایاں کمی کے بعد غربت میں مزید اضافے خدشات ہیں ہے۔مصر میں جنرل سیسی کے شخصی اقتدار کو سات برس ہونے کو آئے ہیں اور انہیں امریکا کی حمایت اور آئی ایم ایف کی مدد حاصل رہی ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے کے مطابق موجودہ حالات میں مصر میں کساد بازاری کا امکان نہیں تاہم معاشی شرح نمو ۵٫۶ سے گر کر ۲٫۲ فیصد ہونے کی توقع ہے۔کورونا کے چیلنج نے جس انداز سے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آئی ایم ایف نے حکومتوں پر زور دیا ہے کہ وہ ترجیحی بنیادوں پر اپنے وسائل صحت کا نظام بہتر کرنے پر لگائیں۔

ادھر کرونا وائرس کی وجہ سے پاکستان، ایران اور افغانستان کے درمیان تجارت کا سلسلہ بھی بند ہو کر رہ گیا ہے جس کی وجہ سے ان ممالک کو روزانہ کی بنیاد پر کروڑوں کا نقصان ہو رہا ہے۔تفتان میں موجود پاکستانی تاجر برادری کا کہنا ہے کہ فوری طور پر تجارت کی سرگرمیاں شروع نہ ہو سکیں تو نا قابل تلافی نقصانات ہوں گے۔

اور اب کچھ ہندوستان کے بارے میں:

ہمارے ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی کا یہ دعویٰ آپ کو ضرور یاد ہو گا کہ ۲۰۲۴ تک انڈیا پانچ کھرب کی معیشت والا ملک بن جائے گا، تاہم کورونا وائرس کے باعث معاشی بحران کے بعد ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔وزیر اعظم مودی نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کی حکومت ۲۰۲۲ء تک کسانوں کی آمدنی دوگنی کر دے گی۔ اس بارے میں بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے ہمارے ملک کے معاشی امور کے صدر کے وی سبرامنیم نے کہا کہ حکومت خصوصی معاشی امداد کا پیکیج لانے کی تیاری کر رہی ہے جس کا مقصد چھوٹے اور درمیانہ کاروباروں میں پیسے کی قلت دور کرنا ہے اور انھیں واپس پٹڑی پر لا کر اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔تاہم حکومت فی الحال یہ بتانے کے لیے تیار نہیں لگ رہی ہے کہ یہ پیکیج کب لایا جائے گا۔اور یہی اس کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ پروفیسر کے وی سبرامنیم بتاتے ہیں کہ امریکہ میں بھی بے روزگاری اپنی تاریخی سطح پر پہنچ گئی ہے۔ یہ مسئلہ صرف انڈیا کا نہیں ہے۔ ۱۹۱۸ کی سپینش فلو کی وبا کی ریسرچ بتاتی ہے کہ زندگیاں انہی مقامات پر بچائی جا سکیں جہاں حالات معمول پر لوٹنے پر روزگار اور خوشحالی واپس لوٹی۔

پروفیسر کے وی سبرامنیم نے مزید کہا کہ ہم ایک اشاریہ چار ارب کی آبادی والا ملک ہیں۔اگر چند ہزار لوگوں کو دشواری ہو رہی ہے تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ اتنا تو چلتا ہے لیکن اگر ایسے دس ہزار لوگ بھی ہیں تو ہماری مجموعی آبادی کا یہ بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔

کووڈ ۱۹ کی وبا کا انڈیا پر اثر پڑنے سے پہلے، یکم فروری ۲۰۲۰ کو National Statistical Office نے ابتدائی اعداد و شمار جاری کیے تھے۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ مارچ میں ختم ہونے والے معاشی برس میں انڈیا کی پیداوار پانچ فیصد رہنے والی ہے۔گذشتہ ۱۱ برسوں میں انڈیا کی پیداوار کی قدر کی یہ سب سے نچلی سطح ہے۔حالانکہ بعد میں جاری کیے جانے والے معاشی سروے میں گھریلو کاروباروں کی پیداوار میں چھ سے ۶.۵ فیصد تک اضافے کی امید ظاہر کی گئی تھی۔

لاک ڈاؤن کے بعد کیا ہو گا، اس سوال کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر سبرامنیم کہتے ہیں کہ ہمیں بتدریج لاک ڈاؤن ہٹانے کی ضرورت پڑے گی۔ ہمیں کچھ بنیادی باتوں کا خیال رکھنا ہو گا۔ ہاٹ سپاٹ والے علاقوں میں لاک ڈاؤن میں توسیع کی ضرورت ہو گی۔ ایسے کاروبار یا سیکٹر جہاں لوگوں کو ایک دوسرے سے زیادہ رابطے میں آنے کی ضرورت پڑتی ہے، انھیں انتظار کرنا ہو گا۔سماجی دوری کے قوائد پر عمل کرنا ہو گا۔ اس کے علاوہ کسی کاروبار یا سیکٹر کو چھوٹ دینا اس بنیاد پر طے ہونا چاہیے کہ اس کا معیشت میں کتنا حصہ ہو گا۔

عالمی بینک اور ہندوستانی معیشت:

عالمی بینک کا اندازہ ہے کہ کورونا بحران میں ہندوستانی معیشت ۱۹۷۹ کے بعد کے سب سے برے دور سے گزرنے والی ہے۔ رواں مالی سال میں ہندوستان کی معاشی شرح ترقی میں ۳.۲ فیصد کی گراوٹ دیکھنے کو مل سکتی ہے جو کہ ۱۹۷۹ کے بعد کی سب سے خراب حالت ہوگی۔ عالمی بینک نے اس سلسلے میں کہا کہ کورونا وبا کے موجودہ حالات میں دنیا دوسری عالمی جنگ کے بعد بحران کے سب سے خراب دور سے گزر رہی ہے اور فی کس آمدنی میں گراوٹ کے سبب کروڑوں لوگ غریبی کا شکار ہو رہے ہیں۔

ہندوستان کے ضمن میں اپنے اندازے میں عالمی بینک نے کہا کہ مالیاتی اور مانیٹری تعاون کے باوجود کورونا وائرس انفیکشن کی روک تھام کے لیے اٹھائے گئے سخت اقدام سے معاشی سرگرمیاں متاثر

ہوں گی۔ کمزور عالمی معاشی ترقی اور مالیاتی سیکٹر میں دباؤ کا اثر معاشی سرگرمیوں پر رہے گا۔

عالمی گلوبل اکونومک پراسپکٹس رپورٹ میں گزشتہ مالی سال میں ہندوستان کی جی ڈی پی شرح ترقی کے اندازے کو گھٹا کر ۲.۴ فیصد کر دیا گیا ہے اور رواں مالی سال یعنی ۲۱-۲۰۲۰ میں جی ڈی پی شرح ترقی میں ۲.۳ فیصد کی گراوٹ کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ہندوستان کی جی ڈی پی شرح ترقی میں گراوٹ کی اہم وجہ کورونا وبا ہے۔ عالمی بینک نے کہا کہ ۱۹۷۹ میں ہندوستان کی منفی معاشی شرح ترقی صفر سے ۵.۲۴ فیصد نیچے رہی تھی۔

کورونا کے بعد کیا ہوگا؟

فارن پالیسی نامی میگزین نے اس حوالے سے کچھ بڑے اور نامور ماہر اقتصادیات کی پیش گوئیوں اور تجزیوں سے کورونا کے بعد کی دنیا کا نقشہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اس کا اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے:

نوبیل انعام یافتہ ماہر معیشت اور کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر آف اکنامکس جوزف ای اسٹگلی کہتے ہیں کہ گلوبلائزیشن (عالمگیریت) میں قومی سرحدوں کی جو اہمیت کم ہوگئی تھی۔ کورونا وائرس نے اسے دوبارہ اجاگر کیا ہے۔ کورونا وائرس نے سختی سے بتا دیا ہے کہ سیاسی اور معاشی اکائی آج بھی قومی ریاست ہے۔ ہمیں عالمگیریت اور خود انحصاری کے درمیان بہتر توازن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

ییل (Yale) یونیورسٹی کے نوبیل انعام یافتہ ماہر اقتصادیات رابرٹ جے شیلر (Robert J Shiller) کا کہنا ہے کہ کورونا وائرس نے جنگ جیسے حالات پیدا کر دیے ہیں، جن میں تبدیلی کا دروازہ کھل گیا ہے اس وجہ سے اچانک بنیادی تبدیلیاں دیکھنے کو مل سکتی ہیں۔

آئی ایم ایف کی چیف اکنامسٹ گیتا گوپی ناتھ کہتی ہیں کہ گزشتہ نصف صدی کے دوران بین الاقوامی نقل و حرکت میں جو اضافہ ہوا تھا، وہ اب بالکل محدود ہو جائے گی۔ عوام کے ساتھ ساتھ گلوبل نیٹ ورکس کی حامل فرمز خود بھی عالمگیریت سے الگ ہوں گی اور سیاسی قیادت یا پالیسی ساز سرحدوں پر مزید سختیاں کریں گے۔

ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر آف انٹرنیشنل فنانس کارمین ایم رین ہارٹ کی رائے یہ ہے کہ کورونا وائرس نے عالمگیریت کے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونک دی ہے۔ اقتصادی کساد بازاری مزید گہری اور طویل ہوگی اور ۱۹۳۰ء کے عشرے والے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

کارنیل یونیورسٹی کے پروفیسر ایٹ ٹریڈ پالیسی ایسوار پرساد آگے کے حالات اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ اب ہر ملک کا مرکزی بینک نئے کردار کے ساتھ سامنے آئے گا اور وہ اقتصادی اور مالیاتی بحران کے آگے فرسٹ ڈیفنس لائن ہوگا۔

کولمبیا یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ایڈم ٹوز نے کہا کہ اب معیشت کبھی معمول کے مطابق بحال نہیں ہوگی۔

موجودہ معروضی حالات اور مستقبل کے خاکے سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ ماضی والی عالمگیریت ختم ہو رہی ہے۔ غریب اور ترقی پذیر ملکوں کیلئے عالمی شکنجوں سے نکلنے کا موقع ہے لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھانے سے پہلے حالات بہت مشکل ہیں۔ صرف ان ملکوں کے لیے بہت سے نئے امکانات ہیں، جہاں اس وقت پالیسی ساز اور فیصلہ ساز قیادت کورونا سے پہلے کی عالمگیریت اور سامراجیت کے کارندوں یا گماشتوں پر مشتمل نہیں ہے۔ بصورت دیگر ایسے ملکوں کے لیے حالات مزید ابتر ہو سکتے ہیں اور عالمی سیاسی اور معاشی اتار چڑھاؤ اس ابتری میں اضافہ کر سکتا ہے۔

کیا ہونا چاہیے؟

کورونا وائرس کے خلاف عالمی تعاون کے بعد سب سے زیادہ غور طلب معاملہ معیشت کا ہے۔ امریکہ ۲ ٹریلین سے زائد رقوم مختص کرتے ہوئے وبا کے اقتصادی منفی اثرات کو کم سے کم سطح تک محدود رکھے کا متمنّی ہے۔ عالمی سطح پر اس وبا کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے مختص کردہ رقوم ۵ ٹریلین کے قریب پہنچ چکی ہیں۔ البتہ عالمی وبا کے عالمی معیشت پر اثرات اور تخریب کاری کے کس حد تک جانے کی غیر یقینی کی صورتحال بھی برقرار ہے۔ لہٰذا عالمی معیشتوں اور عالمی اقتصادی سطح پر خسارے کا تعین کیے جانے کے بعد عالمی معاشی نظام کے معمول پر آنے کے لیے ایک سال سے زائد کا عرصہ لگے گا۔ اس دور میں سب سے زیادہ اہم بین الاقوامی تعاون ہے۔ اس کے لیے چین۔ امریکہ تجارتی جنگ کا فوری طور پر خاتمہ کیا جانا چاہیے اور ان دونوں سپر پاورز کو اقتصادی نظام پر عمل درآمد کے معاملے میں تصادم کے بجائے باہمی تعاون کو ترجیح دینی ہوگی۔ دوسری جانب آئی ایم ایف، عالمی بینک اور دیگر اقتصادی تنظیموں کو کسی مشترکہ جدوجہد لائحہ عمل کا تعین کرنا ہوگا۔ ☆☆☆

الادلۃ المنیفۃ فی نفی الکفر عن ابی حنیفۃ

تبصرہ نگار: ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی مصباحی

نام کتاب : الادلۃ المنیفۃ فی نفی الکفر عن ابی حنیفۃ
مؤلف : الشیخ ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی
صفحات : ۲۰۹
اشاعت : ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء
ناشر : شرکۃ دار المشاریع ، بیروت لبنان

اس وقت میرے سامنے ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی کی کتاب ”الادلۃ المنیفۃ فی نفی الکفر عن ابی حنیفۃ“ موجود ہے کہتے ہیں انسان جتنی بڑی شخصیت کا مالک ہو اس کے دشمن اور حاسدین بھی تنے ہی زیادہ ہوتے ہیں یہی کچھ سید الفقہا حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا، جس طرح آپ کی شہرت آپ کی حیات میں ہی اطراف عالم میں پھیل گئی تھی اسی طرح آپ کے دشمن اور حاسدین بھی بکثرت پیدا ہو چکے تھے کسی نے آپ پر تارک سنت کا الزام لگایا اور صاحب الرائے کا طعنہ دیا تو کسی نے آپ پر مرجئہ کہ تہمت لگائی ہر دور کے جید علمانے آپ پر لگنے والے الزامات کو دور کیا اور آپ کے بکثرت فضائل و مناقب بیان کیے ہیں انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ڈاکٹر جمیل نے اپنی اس کتاب میں ان بدمذہبوں کا علمی رد کیا ہے جو حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ پر مرجئی ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

کتاب کے تعارف سے قبل کچھ مولف کے بارے جان لیں اس کتاب کے مؤلف شیخ ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی القادری ہیں. آپ حسینی سید ہیں، یتیمی کی حالت میں بچپن گزارہ، ۱۹۵۰ء میں علامہ، محدث شیخ عبد اللہ بن محمد الھرری بیروت تشریف لائے اور ان کی نظر آپ پر پڑی، چھوٹی عمر میں ہی آپ کی حق گوئی، بہادری اور شوق علم سے متاثر ہوئے اور آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا، پس آپ نے شیخ عبد اللہ الھرری کے حلقہ درس کو لازم پکڑ لیا اور علم کی منزلیں طے کرتے گئے. آپ کو اپنے شیخ عبد اللہ الھرری کے علاوہ دنیا بھر کے بہت سے علما، محدثین، فقہا اور مشائخ سے علمی و روحانی اجازات حاصل ہیں جن کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے، جن کو آپ نے اپنی کتب ” جمع الیواقیت الغوالی من اسانید الشیخ جمیل حلیم العوالی“ اور ”المجد والمعالی فی اسانید الشیخ جمیل حلیم العوالی“ میں جمع کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل لبنان میں جمعیت مشائخ صوفیہ کے نا صرف رئیس ہیں بلکہ دنیا کی مختلف علمی و روحانی تنظیموں کے اہم عہدہ دار بھی ہیں ڈاکٹر جمیل کے آثار علمیہ میں ۸۲ کتب کے نام سامنے آئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱. آثار بحر الدلائل و الاسرار فی التبرك بآثار المصطفى المختار. ۲. اسرار الآثار النبو یه، ادلة شرعية و حالات شفائية. 3. عمدة الكلام فی ادلة جواز التبرك و التوسل بخير الانام. 4. التشرف بذكر اهل التصوف. ۵. القوائد القرءانية فی تنزيه الله عن الشكل والصورة الكيفية. 6. حقيقة التصوف الاسلامی. ۷. قلائد الامة المرصعة بعقيدة الائمة الاربعة. 8. النجم الاظهر فی شرح الفقه الاكبر. 9. معجم الاصول الجامع لمتون عقيدة الرسول. 10. تحذير الاخيار من التشبيه بالكفار و الفجار. 11. الادلة المنيفة فی نفی الكفر عن ابی حنيفة

ڈاکٹر جمیل کی یہ کتاب مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ سے قبل آپ نے سبب تالیف بیان کیا ہے پھر امام اعظم ابو حنیفہ تک اپنی علمی اسناد کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد اصل کتاب کا مقدمہ لے کر آئے ہیں۔

مقدمہ کے بعد آپ نے **باب اول** کی آٹھ مباحث (فصلوں) میں حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔

بحث اول۔ جس میں امام اعظم کا نام، کنیت، نسب، ولادت اور اخلاق کا بیان ہے۔ **بحث ثانی**۔ میں اس بات کا بیان ہے کہ صحیح قول کے مطابق آپ تابعی ہیں۔ **بحث ثالث**۔ اس میں امام صاحب کی صحابہ سے روایت کردہ آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے۔ **بحث رابع**۔ امام صاحب کے شیوخ اور تلامذہ کے متعلق ہے۔ **بحث خامس**۔ اس میں

امام صاحب کی تعریف میں اقوال علما کو جمع کیا ہے۔ **بحث سادس** ۔ڈاکٹر جمیل نے اس بحث میں بیان کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نا صرف عقائد حقہ اہلسنت و جماعت پر قائم تھے بلکہ اس فن میں بھی امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ **بحث سابع** ۔ اُمرا کی طرف سے امام صاحب کو جو تکالیف اور مصائب وغیرہ پہنچے، اس بحث میں اس کا ذکر ہے۔ **بحث ثامن** ۔ اس میں امام صاحب کی وفات کا بیان ہے۔

باب ثانی: یہ باب درج ذیل چار مباحث پر مشتMل ہے:

بحث اول ۔ اس میں مرجئہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے۔ **بحث ثانی**۔ اس میں مرجئہ فرقہ کی تین شاخوں کا بیان ہے پہلا گروہ ارجاء فی الایمان والقدر کا قائل ہے جیسا کہ غیلان بن مسلم الدمشقی۔ دوسرا گروہ جو جہم بن صفوان کے مذہب پر رجاء بالایمان والجبر فی الاعمال کا قائل ہے۔ اور تیسرا گروہ جو جبریۃ وقدریۃ سے خارج اور فقط رجاء بالایمان کا قائل ہے اس گروہ کی بھی آگے پانچ درج ذیل قسمیں ہیں:

۱۔الیونسیۃ ۲۔الغسانیۃ ۳۔الثوبانیۃ ۴۔التومنیۃ ۵۔المریسیۃ

بحث ثالث ۔ اس بحث میں مرجئہ کی مذمت میں وارد احادیث کا بیان ہے۔ **بحث رابع** ۔ اس باب کی سب سے اہم بحث جس میں مرجئہ کے شبہات کو ذکر کرکے ان کا بہترین انداز میں رد کیا گیا ہے۔

باب ثالث: اس کتاب کا اہم باب جو درج ذیل سات اہم مباحث پر مشتمل ہے:

بحث اول ۔ اس شخص کے ذکر کے متعلق جس نے امام صاحب پر رجاء کی تہمت لگائی۔ **بحث ثانی** ۔ اس بحث میں امام صاحب پر رجاء کی تہمت کا سبب کیا ہے؟ اس کا بیان ہے۔ **بحث ثالث** ۔ یہ بحث اصلِ باب ہے اس میں امام صاحب کا ایک رسالہ شامل کیا ہے جو آپ نے عثمان البتی [۱] کے لیے لکھا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام صاحب پر جب مرجئی ہونے کی تہمت لگی تو عثمان البتی نے اس کے متعلق آپ سے استفسار کیا جس پر امام صاحب نے ان کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا جس میں اپنے اوپر لگنے والی رجاء کی تہمت کو رفع کرتے ہوئے اپنے عقائد کو واضح کیا[۲] یہ رسالہ نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر جمیل لکھتے ہیں:

فھل یکون ابوحنیفۃ بعد ما مر ذکرہ فی وصیتہ لعثمان مرجئا ؟

امام صاحب نے عثمان البتی کے لیے اپنی وصیت میں جو کچھ ذکر کیا ہے کیا اس کے بعد بھی وہ مرجئی ہیں؟[۳]

بحث رابع ۔ بعضوں نے کہا کہ مرجئہ کہ دو اقسام ہیں:

(۱) مرجئۃ ضلالۃ: وہ جن کا ذکر گزر چکا اور احادیث میں جن کی مذمت بیان ہوئی ہے۔

(۲) مرجئۃ سنۃ: یہ گروہ گمراہ نہیں ہے اور نا ہی اہلسنت سے خارج ہے لیکن ہے مرجئی جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ۔

ڈاکٹر جمیل نے اس بحث میں لکھا ہے کہ یہ تقسیم درست نہیں اور اس تقسیم کا مؤقف رکھنے والوں کے تمام اقوال کو ذکر کرکے ان کا رد کیا اور ثابت کیا ہے کہ تمام مرجئہ گمراہ ہیں ایسا نہیں کہ بعض گمراہ ہیں اور بعض صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

بحث خامس۔ "السنۃ" نامی ایک کتاب ہے جس میں امام صاحب کے اوپر طعن پر ۱۸۰ سے زائد اقوال ہیں اور بعض میں آپ کی تکفیر بھی ہے اس کتاب کو عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر جمیل لکھتے ہیں اس کتاب کو عبداللہ بن احمد بن حنبل کی طرف منسوب کرنے سے بچنا چاہیے اس کتاب کی نسبت ان کی طرف درست نہیں کیونکہ اس کتاب کے دو روای مجہول ہیں اور غالب طور پر یہ کتاب ابی اسماعیل الھروی کی تالیفات میں سے ہے [۴]

بحث سادس۔ اجماع المسلمین علی تکفیر المجسم کے عنوان سے ہے۔ اس بحث میں تفصیلا بیان کیا گیا ہے کہ عقیدہ تجسیمیہ کا حامل بالاجماع کافر ہے۔ **بحث سابع** ۔ اس بحث میں ناصر الدین البانی کا رد ہے جس نے اپنی تعلیقات علی مختصر صحیح مسلم میں فقہ حنفی کو انجیل محرفہ سے تشبیہ دی ہے۔ اس کے بعد خاتمہ اور آخر میں ان ۱۰۵ کتب کی فہرست ہے (جس میں ایک مخطوط بھی شامل ہے) جن سے اس کتاب میں استفادہ کیا گیا ہے۔

پوری کتاب کے اندر ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی اس بات کے حریص نظر آئے ہیں کہ امام صاحب پر لگنے والی مرجئہ کی تہمت غلط ہے اور امام صاحب عقائد اہلسنت پر قائم تھے۔

---

(۱) عثمان البتی کون ہیں اور ان کا امام صاحب سے تعلق کیا ہے؟ اس کی تفصیل کتاب میں بیان نہیں کی گئی غالب گمان یہی ہے کہ یہ امام صاحب کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔

(۲) ان شاءاللہ عنقریب اس رسالہ کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا۔

(۳) ہر گز نہیں۔

(۴) جب اس کتاب کی نسبت حضرت عبداللہ کی طرف درست نہیں تو اس میں شامل مباحث کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

بہارِ مدینہ

سب کی عقل و خرد سے بھی باہر اوج پر ہے وقارِ مدینہ
ربِّ اکبر نے سب کچھ بنایا صدقۂ تاجدار مدینہ
کر لے حاصل نبی کی غلامی ماہ و اختر بھی دیں گے سلامی
جگمگائے گا تیرا نصیبہ رکھ لے سر پر غبار مدینہ
ان کے جلوؤں کی خیرات پاکر چاند سورج بھی ہیں جگمگاتے
گل کو خوشبو کلی کو تبسم دے رہی ہے بہارِ مدینہ
نور و نکہت میں ہر شئے بسی ہے پوچھ مت کس قدر دلکشی ہے
اس کو جنّت کی ہوگی نہ خواہش دیکھ لے جو دیارِ مدینہ
ان کے گلیوں کی جو کنکری ہے لعل و گوہر سے بھی قیمتی ہے
اسکی آنکھوں میں گل کیا سمائے جس نے دیکھا ہے خارِ مدینہ
یہ ابوبکر و فاروق و عثماں یا ہوں حیدر علی شاہِ مرداں
بس یہی چار یارِ نبی ہیں اور ہیں جاں نثارِ مدینہ
جو کچھوچھہ میں ملتی شفا ہے یہ عطائے شہِ کربلا ہے
شاہِ سمناں کے در سے جڑا ہے آج بھی دیکھو تارِ مدینہ
ہے یہ چوکھٹ عطائے نبی کی شان اس کی ہے سب سے نرالی
ان کے روضے پہ ہر وقت برسے رحمتِ آبشارِ مدینہ
جو ہواؤں میں پتھر رکے ہیں اور کاسہ میں ساگر بھرے ہیں
میرے خواجہ کو رتبہ دئے ہیں بالیقیں شہریارِ مدینہ
جو ہیں عاشق حبیب خدا کے ان سے کچھ نہ نکیرین پوچھو
"ان کی آنکھوں میں دیکھو دکھے گی صورتِ تاجدارِ مدینہ"
آپ کی صرف مدح سرائی عمر بھر کی مری ہے کمائی
بخشوا لینا اپنے قمر کو حشر میں تاجدارِ مدینہ

از: قمر جیلانی خان، ٹانڈہ

منقبت

در شان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ

واہ کیا رنگ ہے اے ازہری دولھا تیرا
رضوی پوشاک ہے ، نوری ہے عمامہ تیرا
چاند تاروں کی ہے بارات ، رَچی ہے شادی
حامدی پھول ہیں ، جیلانی ہے سہرا تیرا
تیری ہستی ہے کمالاتِ رضا کی مظہر
تاج والوں میں شہا ! تاج ہے اونچا تیرا
ہو بہو مفتی اعظم کی جھلک ہے تجھ میں
استقامت کی بلندی پہ ہے تقوی تیرا
عشق والوں کا حرم ہے ترے اَجداد کا در
قبلۂ اہلِ محبت ہے گھرانہ تیرا
اہل حق کہنے لگے ، تاجِ شریعت تجھ کو
جوہرِ علم و عمل سب نے جو دیکھا تیرا
تجھ میں وہ نور ہے اے اخترِ بُرجِ رفعت
موت کے بعد بھی روشن ہے ستارہ تیرا
آج بھی اہل نظر دیکھ رہے ہیں تجھ کو
عشق والوں پہ شہا، ہاتھ ہے رکھا تیرا
تیرا پیغامِ عمل ، مسلکِ اعلیٰ حضرت
دولتِ عشق رسالت ہے اَثاثہ تیرا
ایسے روشن ہیں زمانے میں ترے نقشِ قدم
چھو نہ پائیں گے اندھیرے کبھی رستہ تیرا
اے ولی ابنِ ولی تیرے تقدُّس کی قسم
دہر میں جوہرِ کردار ہے یکتا تیرا
حشر تک تجھ پہ خدا ابرِ عطا برسائے
پھیلتا جائے زمانے میں اجالا تیرا
تیری نسبت سے فریدیؔ پہ بھی ہے فضل و کرم
رب کا ، سرکار کا ، اور غوث و رضا کا ، تیرا

=======

از مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی
مسقط عمان

حضور عزیزِ ملت کے دوسرے داماد

بھائی محمد ناظم عزیزی کا وصال پر ملال

از: مبارک حسین مصباحی

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے دوسرے داماد برادرم جناب بھائی محمد ناظم عزیزی ۶/ جولائی ۲۰۲۰ء کی شام قریب سات بجے کرونا وائرس سے وصال پر ملال فرما گئے، وصال کی خبر سن کر انتہائی غم ہوا۔ دراصل آپ مرادآباد کے T.M.U. میں ایڈمٹ تھے، اسی ہاسپیٹل میں آپ نے آخری سانس لی، ہم لوگ مسلسل رابطے میں تھے وہ ایک جواں مرد، وجیہ اور کامیاب تاجر تھے، خوش اخلاقی، ملنساری اور تعلقات قائم رکھنے میں بھی آپ اپنی ایک مثال تھے۔ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے وطن بھوجپور ضلع مرادآباد کے باشندے تھے۔ بھوجپور میں جامعہ فاروقیہ عزیزالعلوم کی زمین ان کے داداجان نے ہی عطا فرمائی تھی، بھائی محمد ناظم عزیزی کے والدِ گرامی محترم الحاج محمد فاروق (بابو جی) جامعہ کے منیجر ہیں۔ ادارے کے سارے امور ان کے شہزادے عالی جناب بھائی محمد طاہر صاحب اپنے دیگر احباب کے ستھ دیکھتے ہیں محترم بابو جی کے پانچ فرزند ہیں : جناب محمد ہارون، جناب محمد طاہر، جناب محمد زاہد، جناب محمد ناظم مرحوم اور ڈاکٹر محمد عاظم اور دو دختر نیک اختر ہیں۔

بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم کے دو فرزندار جمند ہیں، عزیز القدر محمد سالم عزیزی سلمہ اور عزیز القدر محمد حارث سلمہٗ، آپ کے برادر صغیر ڈاکٹر محمد عاظم اور آپ کے حقیقی بھانجے ڈاکٹر محمد تنزیل مرادآباد ہی کے دو علاحدہ علاحدہ ہاسپیٹلز میں سروس کرتے ہیں، ڈاکٹر محمد تنزیل بھی حضرت عزیزِ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے داماد ہیں۔ ہم ان دونوں ڈاکٹروں اور دیگر حضرات سے مسلسل رابطے میں تھے۔

اب ذرا چند لمحے ٹھہر کر کچھ دل کی باتیں سماعت فرمالیں۔ کسی بھی انسان کے خاندانی حضرات اور اعزّہ واقارب ہوتے ہیں سب کی اپنی اپنی اہمیت ہوتی ہے مگر بعض حضرات ان میں بڑی خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک دور تھا ہم بھوجپور کے جامعہ فاروقیہ عزیزالعلوم میں زیرِ تعلیم تھے، ہماری قرأت حفص کی دستار بندی بھی اسی ادارے سے ہوئی، شعبۂ تجوید و قراءت میں ہمارے انتہائی شفیق وکریم استاذ گرامی استاذ القرا، حضرت حافظ و قاری علی حسین اشرفی دامت برکاتہم العالیہ ہیں، ان دنوں بھی اس جامعہ کے منیجر محترم المقام الحاج محمد فاروق صاحب تھے۔ ہم جب جامعہ فاروقیہ میں اعدادیہ کے طالب علم تھے تو جامعہ سے متّصل مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل ہم سے تقریر کرائی گئی۔ اپنی نوعیت کی منفرد شخصیت استاذِ گرامی حضرت مفتی ارشاد احمد مصباحی اشرفی دامت برکاتہم العالیہ جمعہ کے دن عام طور پر امامت وخطابت فرماتے تھے۔ ہماری کم نصیبی یا خوش نصیبی کہیے کہ اس جمعہ کو حضرت کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ اور ہمیں ہمارے احباب نے زور دے کر تقریر کرنے کے لیے کھڑا کر دیا، موضوع تو یاد نہیں مگر شاید نمازیوں کو ہماری باتیں پسند آئیں۔ جب حضرت علامہ ارشاد احمد اشرفی باہر سے تشریف لائے تو اراکین واساتذہ نے ہماری تقریر کا ذکر خیر فرمایا، حالاں کہ وہ کوئی محنت سے یاد کی ہوئی تقریر ہی ہوگی ورنہ اعدادیہ میں اتنا شعور کہاں ہوتا ہے۔ اب دوسرے جمعہ کو مسجد میں حضرات استاذ گرامی نے نوازش فرماتے ہوئے ہماری خوب تعریف کر دی، حالاں کہ یہ سب ان کی حوصلہ افزائی تھی ورنہ ہم سے تو آج تک تقریر کرنا نہیں آئی۔ من آنم کہ من دانم۔

یہ ساری باتیں عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ادارے کے منیجر بھی مسجد سے جانب مشرق قدرے دائیں جانب اپنی قیام گاہ میں رہتے ہیں آپ اور آپ کے اہلِ خانہ بھی اسی مسجد میں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ اب ایک تو ہماری جمعہ کے دن مسجد میں تقریر کرنا اور حضرت کا باضابطہ دوسرے جمعہ کو ہمارا ذکرِ خیر کرنا، ان تمام باتوں نے ہمارا قرب وجوار میں کسی قدر تعارف کرا دیا۔ چند سال کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور آ گئے، محترم بابو جی صاحب اور دیگر حضرات سے تعلقات بحال رہے اور کبھی کبھی ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔

محترم بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم کا رشتہ ہوا اس میں دور قریب سے ہماری مرضی بھی شامل تھی، بھائی محمد ناظم عزیزی کے اہلِ خانہ بھی بلند اخلاق اور بے پناہ محبت کرنے والے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہم بھوجپور جائیں یا بھوجپور روڈ سے کسی دوسری جگہ نکل جائیں اور بھائی محمد ناظم عزیزی کو معلوم ہو جائے تو وہ انتہائی بلند اخلاقی سے زبردست شکوہ فرماتے تھے۔ ایک دو دفعہ ہم جامعہ فاروقیہ عزیزالعلوم کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں بھی مدعو کیے گئے تو محترم بھائی محمد طاہر صاحب اور بھائی محمد ناظم عزیزی صاحب اور دیگر حضرات بڑی محبتوں سے پیش آتے تھے۔ ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' کے

ضابطے کے مطابق ہمارے دونوں بھانجے بھی بڑی محبت کرتے ہیں اگر عزیزم محمد سالم عزیزی سلمہ اور عزیز القدر محمد حارث عزیزی سلمہ کو معلوم ہو جائے کہ خادم مبارک حسین مصباحی بھوج پور پہنچنے والا ہے تو وہ ماشاء اللہ تعالیٰ بار بار معلومات کرتے ہیں ابھی خالو صاحب نہیں آئے کبھی اپنی امی جان سے کبھی اپنے پاپا سے اور کبھی اپنے دادا محترم محمد فاروق بابو جی سے۔ یہ بچوں کا شوق اشتیاق ہے، اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

ایک دفعہ ہمیں بھوجپور سے قریب دس کلو میٹر آگے ایک بڑے گاؤں جانا تھا ہم نے محترم بھائی محمد ناظم عزیزی کو پہلے ہی موبائل سے بتا دیا تھا سوچا تھا کہ تھوڑی دیر کا کام ہے بائک سے چلے جائیں گے مگر ناظم بھائی کا اپنا ایک مزاج تھا ہم پہنچے ضروریات سے فارغ ہو کر ہم نے کہا چلیے ناظم بھائی بائک نکالیے، فرمایا: نہیں حضرت! فور ویلر سے چلتے ہیں۔ شادی کے بعد سے کبھی نہیں ہوا کہ عید الفطر کے بعد وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر ہماری قیام گاہ شاہ آباد ضلع رام پور نہ آئے ہوں۔ کہتے تھے کہ ہم تو سسرال سمجھ کر ہی آپ کے یہاں آتے ہیں۔ بے تکلفی خوب تھی ان سے کچھ بھی کہہ دو مگر ہر بات کو مسکراتے ہوئے دل خوش کر دینے والا جواب دیتے۔ عرسِ عزیزی کے موقع پر مبارک پور تشریف لاتے تو دو ایک روز قبل ہی آجاتے، ہمارے بچے تو اپنے میکے حضور عزیزِ ملت کی قیام گاہ پر چلے جاتے اور ہماری قیام گاہ مکمل مہمان خانہ بن جاتی، ہمارا اپنا مزاج یہ ہے کہ گھر میں ناشتے وغیرہ کا مکمل سامان منگوا کر رکھ دیتے اب تمام اعزّہ واقارب ہمارے کچن کو سنبھال لیتے، خاص طور پر بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم، الحاج سرفراز احمد عزیزی، ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی، عزیز القدر محمد حنظلہ عزیزی، عزیز القادر محمد سالم عزیزی، عزیز القدر محمد حارث عزیزی، عزیز القدر محمد اذعان عزیزی، عزیزم محمد ادریس علی، محمد عظیم عزیزی عرف بلو وغیرہ۔

اب ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کم ہے اور کیا زیادہ، بھائی محمد ناظم عزیزی اپنے مخصوص انداز سے چائے بناتے اور موجود حضرات کو پلواتے، فریج پر سب کا قبضہ ہوتا۔ عرس کے دوران محبین مٹھائیاں وغیرہ بھی لاتے ان دنوں سب کے مالک یہی سب ہوتے، اس دوران بہت سے اکابر علما اور ہمارے احباب بھی ملاقاتوں کے لیے تشریف لاتے مگر ہمیں فکر نہیں ہوتی سب کو یہی یاد دیگر موجود حضرات ناشتہ وغیرہ کراتے۔ ان تمام باتوں کے لکھنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اب ناظم بھائی عرسِ عزیزی پر آپ کی تو یاد خوب ستائے گی، مسئلہ صرف ہمارا نہیں ہے، آپ اپنے تمام احباب کو جس بے تکلفی کے ساتھ سمیٹتے تھے ان کا کیا ہوگا۔ سب کا کہنا یہی ہے کہ ناظم بھائی ہمیں لاتے تھے مگر اب ہم ناظم بھائی کو کہاں سے لائیں گے ؟؟؟ آہ! خوبصورت کرتے اور علی گڑھ پائجامے میں جب یہ نوجوان اپنے مخصوص انداز میں نکلتا تو لگتا تھا کہ کوئی **شہزادہ** ہے۔

ہمارے حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی فرما رہے تھے کہ ہم جب بھوجپور چلے جاتے تو ناظم بھائی سائے کی طرح ساتھ ساتھ ہی رہتے تھے، کاشی پور میں آپ کا تھوک کپڑے کا شوروم ہے اگر کبھی ضروری کام سے چلے بھی جاتے تو فرماتے کہ بس اب گیا اب آیا۔ ڈاکٹر محمد عزیزی تو ناظم بھائی کے ساتھ حقیقی دوستوں کی طرح رہتے تھے وہ مبارکپور آجائیں یا ڈاکٹر صاحب بھوجپور چلے جائیں ایک دوسرے کے بغیر بنتی بھی نہیں تھی اور ہمارے برادرِ صغیر محمد عظیم عزیزی بلو تو عمر میں چھوٹے ہیں مگر ناظم بھائی کی رحلت کی خبر پا کر جتنا یہ روئے میں نے کسی کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر و شکر کی دولت نصیب کرے۔

آہ! ناظم بھائی آپ کی سنجیدگی اور بے تکلفی کو سلام ہو، ابھی عمر ہی کیا تھی اہلِ خانہ رشتہ داروں اور اہلِ بھوجپور نے تو بے شمار دعائیں کیں مگر ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ“ (الاعراف:۳۴)

توجب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

آپ کو جانے کی اتنی جلدی کیا تھی کیا آپ کو اپنے والدین کریمین کی کوئی فکر نہیں تھی ؟ سنا ہے ایک دن بابو جی روتے ہوئے آپ کے دونوں بیٹوں کو سینے سے لگا کر کہہ رہے تھے، آہ! میرا ناظم چلا گیا مگر دو ناظم چھوڑ گیا۔ ان بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم کون کرے گا، انھیں پیسے کون دے گا، آپ تو کبھی حارث کو ڈانٹتے بھی نہیں تھے اگر وہ کبھی دیر گئے شام میں آتا اور ان کی امی بگڑتیں اور آپ سے کہتیں تو آپ بس اتنا کہہ کر ٹال جاتے کہ ابھی بچہ ہے یا یہ کہہ دیتے ہاں حارث بھائی! جلدی آجایا کرو۔ محمد سالم عزیزی کہتے کہ میں بڑا ہوں مجھ سے تو کہتے ہیں مگر حارث سے کچھ نہیں کہتے۔ بچوں کی یہ معاصرانہ چشمک بھی بڑوں کو اچھی لگتی ہے۔ ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی نے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بھائی محمد عازم کو اپنا بیٹا ہی سمجھتے تھے، ڈاکٹر صاحب کوٹھی والا ہاسپیٹل مراد آباد اور وی ویکانند ہاسپیٹل مراد آباد میں سروس کرتے ہیں۔ لگ بھگ سال بھر سے وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مراد آباد میں قیام پذیر ہیں، صرف ہفتے کے دن بھوجپور آتے ہیں، اگر کبھی کبھار آنے میں تاخیر ہو جاتی تو ناظم بھائی اسی وقت کال کر دیتے اور وہ خوبصورت بہانہ بنا کر فرماتے، کچھ ضروری کام سے تاخیر ہو گئی، بس ابھی پہنچ رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ٹینشن ہوتی تو انھیں سے کہتا اسی طرح ناظم بھائی بھی انھیں سے شیئر کرتے۔

ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی اگر کبھی بھوجپور جاتے تو ناظم بھائی کو پہلے سے باخبر کرتے، نکلنے کے بعد مسلسل رابطے میں رہتے، ناظم بھائی کہہ دیتے کہ جب بریلی ٹرین پہنچے تو کال کر دینا مگر ڈاکٹر عزیزی کہتے ہیں کہ میں تو سستی کر جاتا مگر ناظم بھائی کا فون آجاتا کہ پہنچ گئے، بریلی شریف؟ میں ہاں یا نہ میں جواب دیتا تو اسی کے مطابق وہ مرادآباد اسٹیشن پر گاڑی بھیج دیتے۔ خاص بات یہ ہے کہ ناظم بھائی ڈاکٹر صاحب کو ان کے گھر رکنے نہیں دیتے، بیگ وغیرہ ضروری سامان پہلے ہی بھجوا دیتے اور بے تکلفی سے کہتے کہ یار کیا کروگے یہاں؟ چلو ہمارے ساتھ چلو، عام طور پر ڈاکٹر صاحب کا قیام ناظم بھائی کے دولت کدے پر رہتا۔ ان کے وصالِ پر ملال کے دوسرے دن جب ڈاکٹر صاحب ان کے گھر پہنچے تو اپنی ہمشیرہ اور اپنے بھانجوں سے مل کر بہت روئے اور چند دن ٹھہرنا مشکل ہو گیا، طبیعت گھبرانے لگی، ڈاکٹر سے بلڈ پریشر چیک کرایا اور دوا لینا پڑی۔ وہ دسویں تک رکنے کے ارادے سے گئے تھے مگر پہلے ہی انھیں واپس مبارکپور آنا پڑا۔

ہاں ہمیں یاد آیا کہ شاہ آباد ضلع رامپور میں دارالعلوم اہلِ سنت جامعہ طیبہ ہے۔ یہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی شاخ ہے اپنے محل وقوع اور بڑی اور قیمتی زمین کے اعتبار سے اپنے ضلع کا یہ ایک بڑا جامعہ ہے۔ اس کا عام طور پر سالانہ جلسہ دستارِ بندی ہوتا ہے اس میں متعدّد بار نعیمِ ملت حضرت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی دامت برکاتہم العالیہ کو مدعو کیا گیا ہے۔ حضرت کو کہیں سے بھی آنا ہو وہ بھوجپور فون کر دیتے ہیں، بھائی ناظم عزیزی، الحاج سرفراز احمد عزیزی اور کبھی محترم عثمان پچا (یہ عمر میں کم اور رشتے میں بڑے ہیں) وغیرہ گاڑی لے کر مرادآباد آجاتے ہیں اور اگر پہلے آنا ہوا تو بھوجپور پہنچ جاتے ہیں اور ان حضرات کو لے کر آپ شاہ آباد تشریف لاتے ہیں۔ ناظم بھائی کبھی بھی پوچھ لیتے تھے، حضرت! شاہ آباد کا جلسہ کب ہے۔ خیر جلسے تو ہوتے رہیں گے مگر ناظم بھائی اب آپ کہاں رہوگے؟

بھوجپور میں ان کے چاہنے والے تو بہت تھے مگر چند لوگ ان کے بہت قریبی تھے، الحاج سرفراز احمد عزیزی، جناب عثمان پچا، ضیاء المصطفیٰ عزیزی، عالی جناب اعجاز عزیزی، الحاج محمد ادریس عزیزی اور محمد سلیم عزیزی وغیرہ۔ یہ وہ حضرات تھے جن کے پاس مسلسل اٹھنا بیٹھنا تھا۔ مگر آپ غور فرمائیں کہ جب بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم کو بخار آیا تو آپ کے برادر خورد ڈاکٹر محمد عازم اور بھانجے ڈاکٹر محمد تنزیل نے آپ سے فرمادیا کہ آپ اپنے کمرے میں رہیں لوگوں سے ملنا جلنا بند رکھیں۔ احباب فون کرتے رہتے مگر آپ ہمیشہ ٹال مٹول کرتے، الحاج سرفراز احمد عزیزی وصال کے بعد فرمانے لگے کہ آج ناظم بھائی سے ملاقات کیے ہوئے سترہ دن ہو گئے یہی حال دیگر احباب کا بھی رہا۔ ان ڈاکٹروں نے فرمادیا تھا کہ آپ الگ کمرے میں رہیں اپنے بچوں سے بھی ملنے کی کوشش نہ کریں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کتنے محتاط تھے۔ بس موبائل سے ہی بات فرماتے رہے۔ پہلی دفعہ بخار کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا تو ہم نے کال کی حسب سابق ہنستے ہوئے فرمایا: ماشاء اللہ تعالیٰ اب میں بالکل ٹھیک ہوں بس آپ دعا کرتے رہیں۔ دوبارہ بخار آیا تو ہم نے فون کیا تو فرمایا! ہاں حضرت! دوبارہ بخار آگیا اور اس بار سانس لینے میں بھی دقت ہو رہی ہے۔ ہم نے کچھ محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا ناظم بھائی سب ٹھیک ہو جائے گا اور بعد میں بات کرنے کا وعدہ کر کے فون کاٹ دیا۔ باقی باتیں ان کے برادرِ گرامی ڈاکٹر محمد عازم سے ہوئیں انھوں نے فرمایا اب ہم صبح انھیں اپنے ہاسپیٹل مرادآباد میں ایڈمٹ کرادیں گے۔ ہم نے پھر صبح کال کی تو آپ ایڈمٹ ہو چکے تھے۔ آپ نے گفتگو فرمائی مگر ہر دفعہ ہمیں دعا کرنے کا حکم دیتے۔ آپ کے ٹسٹ کی رپورٹ پوزیٹیو آئی اور آپ کو T.M.U. کی ٹیم لے گئی، وہاں پہنچ کر طبیعت آپ کی ڈاؤن ہوتی رہی۔ ایک شب طبیعت زیادہ بگڑنے لگی تو شب کو لگ بھگ تین بجے ڈاکٹر محمد عاظم نے گھبرا کر ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی سے شیئر کیا بر وقت جو سمجھ میں آیا انھوں نے مشورہ دیا، ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی بیدار ہوئے تو بیدار ہی رہ گئے، تلاوت اور دعا میں مشغول رہے، نمازِ فجر کے بعد اپنے دادا جان حضور حافظِ ملت کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے، دعا اور فاتحہ بعد سات بجے کے قریب ہماری قیام گاہ پر تشریف لائے اور فرمانے لگے آج رات تین بجے سے جاگ رہا ہوں، ڈاکٹر صاحب کی طبیعت نڈھال تھی مگر کوئی تفصیل بتانے سے گریز فرمایا مگر ہم کچھ تو سمجھ گئے۔ خیر وہ آدھا پون گھنٹے کے بعد تشریف لے گئے۔ اب ہم نے ڈاکٹر محمد عازم سے مرادآباد رابطہ کیا، مگر ان کی حالت غیر تھی، فرمانے لگے کہ رات تین بجے کے قریب ناظم بھائی کو وینٹی لیٹر پر لیا گیا، ہم نے صرف ڈاکٹر فہیم صاحب سے بتایا اور مستقل رو رہے تھے۔ ان کی نازک حالت سن کر ہماری آنکھوں میں آنسو آگئے مگر ہم مستقل سمجھا رہے تھے، مگر اہلِ خانہ نے ہماری آنکھ میں آنسو دیکھ لیے تو وہ لوگ بھی رونے لگے۔ خیر یہ ایک الم ناک خبر تھی، مگر وصال سے دو روز قبل آپ کی طبیعت سنبھلی، ہم سب لوگوں کو بے پناہ خوشی ہوئی، وصال سے پہلے والی شب قریب دس بجے حضور عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے فرزندوں سے باضابطہ اطمینان بخش گفتگو ہوئی، سب لوگ بڑی حد تک مطمئن تھے، مگر اس شب ڈھائی بجے طبیعت مزید ناساز ہوئی اور شام ۷؍ بجے وصال پر ملال ہو گیا اور ہر طرف کہرام برپا ہو گیا۔

انتہائی المناک ماحول میں ۷؍ جولائی کو بھوجپور قبرستان میں قریب دو بجے دن تدفین عمل میں آئی، مبارکپور میں حضور عزیزِ ملت دامت برکاتہم العالیہ ان کی اہلیہ محترمہ، ان کے تینوں صاحبزادگان حضرت مولانا محمد

نعیم الدین عزیزی، ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی، جناب محمد عظیم عزیزی غموں میں چور ہیں، ان کی بہنیں دیگر اہل خانہ بھی غم واندوہ کا پیکر بنی ہوئی ہیں۔

اس وقت ہم ذکر کریں گے جناب محمد اعجاز عزیزی، جناب الحاج سرفراز عزیزی اور عالی جناب محمد راحت عزیزی وغیرہ نے حد درجہ کوششیں فرمائیں یہ حضرات مسلسل ہمارے رابطے میں رہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم کی خوب خوب مغفرت فرمائے اور شہادت سری کا مکمل فیضان عطا فرمائے۔ پس ماندگان میں والدین، برادران، اہلیہ محترمہ، فرزندان اور دیگر اہلِ تعلق کو صبر وشکر کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

الحاج سرفراز احمد عزیزی مسلسل رابطے میں تھے جب نماز جنازہ کے بعد دعا ہوئی تو اہلِ مجلس نے ہمیں بھی حکم دیا کہ ہم دعا کرائیں، بھائی محمد ناظم عزیزی مرحوم ان کے خاندان کے مرحومین کے لیے خاص طور پر دعائے مغفرت کی گئی، ان سے قبل حضور ﷺ، تمام انبیا و رسل اور اولیائے کرام کی بارگاہوں میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اس مجلس میں حضور عزیزِ ملت کے تینوں صاحب زادگان، جناب محمد حنظلہ عزیزی، جناب محمد حاشر عزیزی، عالی جناب محمد غفران عزیزی، عالی جناب محمد فراز انجم عزیزی، حافظ محمد اخلاق، جناب محمد معراج وغیرہ موجود تھے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

دوسرے دن ۸؍ جولائی ۲۰۲۰ء کو بعد نمازِ فجر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا، جس میں یکے بعد دیگرے علما، حفاظ اور عوام آتے رہے اور ایصالِ ثواب کرتے رہے۔ حضور عزیزِ ملت دامت برکاتہم العالیہ مع اہلیہ محترمہ اور اپنے فرزندان ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی، جناب محمد عظیم عزیزی بلوبھوجپور کے لیے روانہ ہوگئے۔

حضور عزیزِ ملت دامت برکاتہم القدسیہ، حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی اور راقم کے پاس ملک اور بیرونِ ملک سے کثیر حضرات علما، مشائخ، عزیزی برادران اور دیگر اہلِ تعلق نے تعزیتیں فرمائیں ہم ان سب کی جانب سے سارے اہلِ محبت اور تعزیت پیش کرنے والے حضرات کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خوب خوب مغفرت فرمائے، اپنے پیارے محبوب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ مقدر فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے سرفراز فرمائے، آمین۔ یارب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆☆

مفتیِ اعظم بنگلہ دیش حضرت علامہ مفتی عبید الحق نعیمی علیہ الرحمہ

مفتیِ اعظم بنگلہ دیش استاذ العلما شیخ الحدیث شیر ملت حضرت علامہ عبید الحق نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بروز پیر ۵ ؍ بجے شام ۱۳؍ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶؍ جولائی ۲۰۲۰ء کو چٹاگانگ، بنگلہ دیش میں وصال فرما گئے، یہ المناک خبر پڑھ کر حد درجہ صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون کے کلمات زبان پر آگئے اور چند سورتیں پڑھ کر حضرت کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبی آرزو ہے کہ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور اپنے خاص فیض وکرم سے مغفرت فرما دے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

حضرت کی علمی اور عملی شخصیت بنگلہ دیش میں محتاج تعارف نہیں۔ ۱۹۶۴ء میں آپ کا جامعہ احمدیہ سنیہ، چٹاگانگ، بنگلہ دیش میں تقرر ہوا، آپ بنگلہ دیش کے اس وقت سب سے بڑے ادارے کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے۔ شیخیت اور صدارت کا منصب صرف باتوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے انتہائی محنت وجانفشانی سے تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے، صرف کتابیں پڑھ لینے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، علوم میں برکتوں کے لیے اساتذہ اور کتابوں کا ادب کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ علوم وفنون کی کتابیں پڑھنے اور سمجھنے سے ایک انسان بظاہر علامہ تو ہو سکتا ہے مگر علوم میں برکتوں کے لیے اساتذۂ کرام کی بارگاہوں کا مؤدب ہونا ضروری ہے۔

اس وقت ہمیں یاد آرہے ہیں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رضوی علیہ الرحمہ اور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور یہ دونوں بزرگ اہلِ سنت کے روحانی مرکز اجمیر مقدس میں سلطان الہند کے آستانے پر علم وروحانیت حاصل فرماتے ہیں۔ آستانے میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں مدرس اعلیٰ تھے، صدر الشریعہ حضور علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان، یہ دونوں بزرگ خارجی وقت میں ایک علمی کتاب ان کی بارگاہ میں پڑھنا طے پایا، حضرت نے طے شدہ وقت پر پڑھانا شروع فرمایا تو دونوں مخلص ساتھیوں میں اپنے استاذ گرامی کے جوتے سیدھے کرنے میں دو ایک دن اختلاف رہا ہر ایک کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ میں اپنے استاذ گرامی کے جوتے سیدھے کرنے کا شرف حاصل کروں، بعد میں اس پر اتفاق ہو گیا کہ ایک جوتا ہم سیدھا کریں اور ایک آپ۔ اسی ادب واحترام کا نتیجہ ہوا کہ دونوں اپنے اپنے حلقوں میں انتہائی بابرکت اور مقبول ہوئے۔

مفتیِ اعظم بنگلہ دیش نے اعلیٰ دار العلوم میں اکتساب علم وفضل

فرمایا، آپ کے اساتذہ میں بھی بلند پایہ شخصیات تھیں، عظیم مفسر و محدث کثیر کتابوں کے نامور مصنف حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی علیہ الرحمہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت مفتیِ اعظم بنگلہ دیش صالح اور نیک سیرت تھے، آپ کی بلند کرداری اور خوش اخلاقی کا ہر طرف شہرہ تھا۔ آپ نے اپنے پورے ملک میں حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے مسلسل محنت فرمائی، اسی لیے آپ کو ”شیرِ ملت“ کا خطاب دیا گیا۔ آپ کا نورانی چہرہ، بلند پیشانی، دلکش ہونٹ اور پرنور داڑھی شریف تھی، آنکھوں پر چشمہ اور سر پر عمامہ شریف یا بلند قامت رامپوری ٹوپی، دراز قد اور پرکشش بدن، دیکھنے ہی سے لگتا تھا کہ مردِ خدا ہے۔ آپ صرف درسگاہی فاضل اور دارالافتا کے مسند نشین نہیں تھے بلکہ اسٹیج کے پروقار خطیب و واعظ بھی تھے۔

ایک عظیم درسگاہ کے مدرسِ اعلیٰ ہونے کی وجہ سے آپ کے ہزاروں تلامذہ تھے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آپ کے تلامذہ اور مستفیدین ملک ہی میں نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ ایک علمی صاحب فضل و کمال شخصیت تھے آپ نے بنگلہ دیش میں دین و سنیت کے فروغ کے لیے بڑی کاوشیں فرمائیں، آپ نے مسلکِ اہلِ سنت کی ترویج و اشاعت کے لیے ہر ممکن خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنے ملک کے کثیر پروگراموں میں حصہ لیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اور ان کی شخصیت و فکر کے تعارف میں خوب خوب سرگرمیاں جاری رکھیں، آپ نے زندگی کے آخری دم تک خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور دیگر اکابر سے عقیدت مندانہ رشتہ قائم رکھا۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے بھی بھرپور آشنا تھے یہاں کے اکابر اور دیگر مشائخ اہلِ سنت سے بھی رشتہ محبت قائم رکھا۔ آپ بلاشبہ حق گو، حق شناس اور معتدل فکر و مزاج کے بلند پایہ فرد فرید تھے۔

فرصت کہاں کہ چھیڑ کریں آسماں سے ہم
لپٹے ہوئے ہیں لذتِ دردِ نہاں سے ہم

جامعہ احمدیہ سنیہ بنگلہ دیش کے سربراہ حضرت مولانا محمد جلال قادری مدظلہ العالی بھی دین و سنیت کے سچے خدمت گزار ہیں، دعوتِ اسلامی کے امیر و سربراہ ابوبلال حضرت علامہ محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ سے بھی بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ آپ تمام حضرات نے بنگلہ دیش میں دعوتِ اسلامی کی تحریک کو فروغ دینے میں بھرپور سرگرمیاں جاری رکھیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے نیاز میں دعا گو ہیں مولیٰ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے دلوں کے جذبات پر نظر رکھتا ہے ان کی دینی کاوشوں کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما، اپنی شان کریمی کے مطابق حضرت مفتی اعظم بنگلہ دیش کی خوب خوب مغفرت فرما اور جنت الفردوس میں بلند سے بلند مقام عطا فرما۔ اہلِ خانہ، اعزّا و اقارب متعلقین اور متوسلین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہ المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

قطعۂ تاریخ رحلت:

صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی، مونیاں شریف، ضلع گجرات نے حضرت کے وصال پر قطعۂ تاریخ تحریر فرمایا ہے جسے ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں:

علامۂ عصر مفتی عبید الحق نعیمی
۱۴۴۱ھ

اہلِ صفا حضرت عبید الحق نعیمی
۲۰۲۰ء

بنگلہ دیش

اٹھ گئے جگ سے عبیدِ حق و دیں
ہو گئے ہیں آج سے جنت نشیں
نور سے معمور تھی ان کی جبیں
جیسے چمکے رات کو ماہِ مبیں
مصرعِ تاریخ کہیے اے عروس
بدرِ عالم مفتیِ دینِ متین
۱۴۴۱ھ

حضرت مولانا غلام غوث بہاؤالدین مصباحی علیہ الرحمہ

پیکرِ اخلاص حضرت مولانا غلام غوث بہاؤالدین قدس سرہ ۲۳؍ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/۱۶؍ جون ۲۰۲۰ء کو بھیونڈی مہاراشٹر میں وصال فرما گئے، ہم نے یہ اندوہناک خبر سنی کلمات استرجاع دہرائے اور چند سورتیں تلاوت کر کے ان کی روح پر فتوح کو ایصال کیا۔ حضرت بفضلہٖ تعالیٰ باصلاحیت، ملت کا درد رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے قریب ۸۰ برس کی عمر میں اس جہان فانی کو الوداع فرمایا۔

آپ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے قدیم فاضل تھے۔ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد رشید تھے، دیگر اساتذہ میں سابق نائب شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ اور اس عہد کے دیگر اساتذہ کرام سے اکتساب فضل و کمال کیا۔ اہل بھیونڈی اور

عوام اہل سنت میں مقبول تھے، اپنے حسن اخلاق اور بلند کردار کی وجہ سے دلوں میں ان کی اچھی یادیں محفوظ ہیں۔ آپ وقت کے پابند اور اصول و معاملات کے سچے تھے۔ آپ نیک اور اپنے رویوں میں خدمت خلق کا بھر پور جذبہ رکھتے تھے، سادہ لوحی اور منکسر المزاجی میں اپنی مثال تھے۔ آپ کی زریں خدمات کی وجہ سے برسوں تک یاد رکھا جائے گا۔ انسان اپنے نام کی وجہ سے نہیں اپنے نیک کام کی وجہ سے زندہ جاوید رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں ہم دعا کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کی دینی اور دعوتی خدمات قبول فرمائے اور اپنی شان کریمی سے انھیں ڈھیر ساری جزائیں عطا فرمائے، بحیثیت انسان ان سے جو کوتاہیاں جانے ان جانے میں سرزد ہوئی ہیں انہیں معاف فرمادے اور جنت الفردوس میں اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ انکے وارثین، متعلقین اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

حضرت مولانا شمس الدین مصباحی کا سانحۂ ارتحال

یہ افسوس ناک خبر ہم نے فیس بک پر پڑھی کہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے فاضل حضرت مولانا شمس الدین مصباحی کو ۲۱؍ جون ۲۰۲۰ء مطابق ۲۸؍ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ دل کا دورہ پڑنے سے دوپہر ایک بج کر تیس منٹ پر وصال فرما گئے۔ یہ اندوہناک خبر پڑھ کر کلمات استرجاع دہرائے اور کچھ تلاوت کے بعد انھیں ایصالِ ثواب کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی خوب خوب مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا فکر و فن کے حامل اور تدریسی صلاحیتوں کے مالک تھے، بلند کردار، خوش اخلاق اور محنتی تھے۔ آپ حضرت مولانا مفتی احمد القادری مصباحی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ کے ہم جماعت تھے۔ یہ قابلِ ذکر جماعت ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئی، حضرت مفتی احمد القادری مصباحی دامت برکاتہم العالیہ ۱۹۹۵ھ میں بحیثیت امام و خطیب ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے اور ۱۹۹۷ء میں امریکہ تشریف لے گئے، آپ انتہائی صالح بزرگ اور باصلاحیت فاضل و مفتی ہیں، امریکہ پہنچتے ہی آپ نے اسلامک اکیڈمی کی بنیاد رکھی جس کے ذیلی ادارے حسب ذیل ہیں: (۱) دارالعلوم عزیزیہ (۲) مدرسۃ البنات (۳) دارالافتا (۴) ویکلی اجتماع (۵) یوتھ اجتماع (۶) لیڈیس اجتماع (۷) اسلامک ویب سائٹ۔

حضرت مولانا شمس الدین مصباحی باصلاحیت درس نظامی کے استاذ تھے آپ برسوں سے دارالعلوم حق الاسلام، لال گنج، بستی میں ذمہ دار استاذ تھے، آپ اپنی بلند سیرت اور حسن اخلاق میں بھی اپنے حلقۂ احباب میں متعارف تھے۔ آپ کی دینی، علمی اور تدریسی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کے تلامذہ بھی دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ ضلع سنت کبیر نگر کے باشندے تھے، بصد حسرت و غم آپ کی آبادی میں تدفین ہوئی۔

آپ کے وصالِ پر ملال کی خبر سے رنج و غم کی لہر دوڑ گئی، احباب اور تلامذہ نے اپنے اپنے طور پر ایصالِ ثواب کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ اے مولیٰ تعالیٰ تو رؤف اور رحیم ہے اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت کی مغفرت فرما، تیرے محبوب تیرے ہی رحم و کرم سے رحمۃ اللعالمین اور شفیع المذنبین ہیں ان کی شفاعت کبریٰ میں انھیں اور ہم سب کو شریک فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما۔ ہم دعاگو ہیں کہ اے پروردگار تو ان کے اہلِ خانہ، متعلقین اور احباب کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرما۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیغامِ تعزیت

مولانا عبد الوحید مصباحی کا سانحۂ ارتحال

محترم جناب عبد القدوس صاحب، ساکن کدورہ، ضلع جالون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم اہل جامعہ اشرفیہ آپ کے صاحب زادے جناب مولانا عبد الوحید مصباحی مرحوم کے سانحۂ ارتحال سے بہت مغموم ہیں۔ مولانا جماعت اہل سنت کے ایک باصلاحیت عالم دین تھے۔ کئی سالوں تک انھوں نے اپنی مادر علم جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر جامعہ رضویہ گلشن برکات، کدورہ ضلع جالون میں قائم کیا اور اس کی تعمیر و ترقی میں لگ گئے۔ مولانا مرحوم کے عزائم بلند تھے مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حالت سفر میں ہی ان کا شدید ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وقت اجل آ گیا اور وہ جاں بحق ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم لوگ دعا کرتے ہیں کہ خدائے کریم مولانا کی بخشش فرمائے انہیں شمیم جنت سے نوازے اور آپ کو اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔

محمد نظام الدین رضوی

صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور

☆☆☆☆☆

استاذ القرا حضرت مولانا قاری ابوالحسن مصباحی گورکھپوری

از: مولانا محمد عبد المبین نعمانی

قراء تو تجوید کی اہمیت کوئی ایسی چیز نہیں جس کے لیے دلائل پیش کیے جائیں۔ قرآن کی تلاوت ایک مومن کے لیے باعث سعادت ہی نہیں ضروری بھی ہے اور اس کو صحت کے ساتھ پڑھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرآن کا پڑھنا اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تجوید القرآن یعنی صحت مخارج کے ساتھ قران پاک کی تلاوت فرض ہی نہیں فرض عین ہے کیونکہ اگر قرآن صحیح نہیں پڑھا گیا تو نماز ہی نہیں ہوگی۔ لہٰذا جیسے نماز فرض عین ہیں اسی طرح تجوید بھی فرض عین ہے آج جو لوگ بھی اس سے غفلت برت رہے ہیں انھیں اپنی غفلت کے پردے کو تار تار کر دینا چاہیے. اور ذمہ داران مدارس جملہ عملے کی اہمیت کو تو محسوس کرتے ہیں لیکن کسی استاذِ قراءت و تجوید کو زائد اور غیر ضروری سمجھتے ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کی وہ اپنے عہدے کے ساتھ انصاف نہیں کر رہے ہیں۔

استادالعلما حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ بھی اس ضرورت کو محسوس کرتے تھے اس لیے آپ نے ہمیشہ درسگاہ اشرفیہ کے لیے اچھے استاد قراءت کا انتظام کیا اور کرایا۔

دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کو کبھی اچھے قاری استاذ سے خالی نہیں چھوڑا سب سے پہلے فخر القرا حضرت مولانا قاری محمد عثمان (مصنف مصباح التجوید) کو استاد تجوید کی حیثیت سے جگہ دی پھر عمدۃ القرا حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب مبارکپوری کو استاد تجوید بنا کر رکھا۔ یہ دونوں ہی ہندوستان کے ایک بڑے قاری مقری اور ماہر فن استاذِ تجوید حضرت مولانا قاری محب الدین الہ آبادی علیہ الرحمہ کے خاص تلامذہ میں تھے۔ سبعہ عشرہ کے قاری تھے۔ قاری محمد یحییٰ صاحب جب دارالعلوم اشرفیہ کے ناظم اعلی ہو گئے، اور قاری محمد عثمان کسی اور مدرسے میں چلے گئے تو تو استاذالحفاظ و القرا جناب حافظ عبد الحکیم صاحب عزیزی گونڈوی استاذ تجوید ہو کر آ گئے۔ سالہاسال انہوں نے بھی یہاں درس دیا نا چیز راقم الحروف نے بھی انہیں سے مصباح التجوید کا درس لیا۔ کسی وجہ سے وہ بھی جمدہ شاہی دارالعلوم علیمیہ میں استاذ ہو کر چلے گئے تو ان کی جگہ پر ایک اور استاذ تجوید آ گئے جن کا نام نامی ہے جناب مولانا قاری نور الحق مصباحی مبارکپوری۔ یہ بھی فراغت کے بعد امام القرا حضرت قاری محب الدین صاحب کی بارگاہ فیض سے شرف یافتہ ہوئے اور حفص و قراءت سبعہ و عشرہ کے ماہر فن تھے پھر انھوں نے دارالعلوم اشرفیہ میں مسند تجوید سنبھالی۔ سالوں تک طلبہ کو فیض پہنچا کر دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں مدرس تجوید و نائب شیخ الحدیث ہو گئے۔ پھر عرصے کے بعد اشرفیہ مراجعت کی اور شیخ التجوید کے عہدے پر فائز رہ کر رٹائرڈ ہوئے اور چند سال پہلے وصال کا جام پی کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ آپ ہی کے دور سے قریب اور فراغت میں آپ سے متخلف تھے مولانا قاری ابوالحسن مصباحی گورکھپوری جو ۱۹۷۰ء میں فارغ ہوئے تو انھیں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے امام قرات و تجوید قاری محب الدین الہ آبادی علیہ الرحمہ کی بارگاہ فیض میں بھیج دیا اور باضابطہ تا فراغت ، اشرفیہ سے وظیفہ بھی جاری کر دیا تاکہ پورے اطمینان و سکون کے ساتھ معاشی فکر مندیوں سے آزاد ہو کر تجوید و قراءت میں مہارت و کمال حاصل کریں۔ دو سال کے بعد جب آپ سند فراغ لے کر حاضر ہوئے تو حضور حافظ ملت نے آپ کو شعبہ تجوید و قراءت کا استاذ بنا کر مسند تدریس پر بیٹھا دیا پھر کیا تھا آپ سکون و اطمینان کے ساتھ دنیا و مافیہا سے بے فکر ہو کر اپنے فرائض منصبی انجام دینے لگے اور کچھ دنوں کے بعد ایک ماہر استاذ تجوید کی حیثیت سے شہرت یافتہ بھی ہو گئے آپ بڑے انہماک، لگن اور دلچسپی کے ساتھ تجوید کا درس دیتے۔ مشق و ترتیل میں بھی آپ کو درک تھا۔ آواز باریک اور حسین تھی۔ مخارج کی ادائیگی میں بے مثال قدرت رکھتے تھے۔ "ض" کا مخرج بہت مشکل ہے۔ بہت سے اچھے قاری اس کی ادائیگی میں عاجز و ناکام ہو جاتے ہیں لیکن قاری ابوالحسن "ض" کو اس کے صحیح مخرج سے بڑی خوبی کے ساتھ ادا کرتے۔ اس طرح ریٹائرڈ ہونے تک تقریباً ۴۷ سال تجوید و قراءت کی مسند کو رونق بخشی اور ایک سے ایک شاگرد پیدا کیے، جو ملک و بیرون ملک دین و قرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

حضرت قاری ابوالحسن کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اتنے طویل عرصے تک کسی اور استاذِ تجوید نے اشرفیہ میں درس نہیں دیا۔ آپ کے اندر سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جھلاپن اور تندی اور کبیدگی، جیسے اوصاف قریب سے بھی نہیں گزرے۔ مسکراہٹ اور خندہ پیشانی آپ کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتی۔ جب بھی ملتے تبسمِ زیرلب کے ساتھ ملتے ۔ طبیعت مرنجاں مرنج پائی تھی۔ جامعہ اشرفیہ کے یومیہ درس کے علاوہ کچھ دنوں دعوت اسلامی مبارکپور کے مدرسہ شبینہ میں بھی وقت دیا۔ اور کچھ دوسری جگہوں پر تجوید و قراءات کا درس دیا اور خاص بات یہ ہے کہ یہ خدمت بلا معاوضہ انجام دی، غالباً حضور مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے۔ حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ آپ کو بہت چاہتے تھے ، یہ بھی حافظ ملت سے غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے ۔ آپ نے حضور حافظ ملت سے باضابطہ درس بھی لیا۔ اس طرح بھی آپ براہ راست حافظ ملت کے تلامذہ میں شامل تھے۔ قصبہ مبارک پور میں مستقل قیام تھا ۔ قصبے کے سنی حضرات بھی آپ سے محبت کا رشتہ رکھتے تھے۔ قصبے میں زمین خرید کر قیام پذیر تھے کہ اچانک وقت موعود آ پہنچا۔ علاج کے سلسلے میں رمضان المبارک سے قبل ہی احمد آباد گجرات علاج کے لیے گئے۔ علاج تو بہانہ تھا اسی

جگہ ۱۴، رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ، مطابق ۸ مئی ۲۰۲۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور مسکراتے ہوئے اس دنیاے ناپاے دار کو چھوڑ کر اور دار البقا کی طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں،

ناچیز راقم الحروف ان کے غم میں پسماندگان کا شریک ہے اور صبر و اجر کے لیے دعاگو۔

تدریس قرات و تجوید کے ۴۷ سال آپ نے اتنی خاموشی اور سبک روی سے گزار دیے کہ ایسا لگتا ہے ابھی کل کی بات ہے۔ ان کا تصور کیجیے تو بس یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں اور وہ دیکھیے زیر لب مسکرا رہے ہیں۔ قاری صاحب اچانک چلے گئے تو یقین بھی اور پختہ ہو گیا کہ،

کیا ٹھکانا ہے زندگانی کا   آدمی بلبلہ ہے پانی کا

ان کے ایک شاگرد نے یہ راز بھی واشگاف کیا کہ قاری صاحب نے زاہدانہ زندگی گزاری لالچ اور دنیا داریت سے بہت دور تھے۔ اپنے کسی حاشیے زاویے سے بھی دنیا کی والہانہ محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ جب کہ میں نے بڑے بڑے اہل ثروت اور خوش حال لوگوں کو دیکھا ہے کہ دنیا کے پیچھے گرتے بھاراتے نظر آتے ہیں۔ اساتذہ کی دنیا میں بھی ان کی زندگی ایک نمونہ ہے۔

استاذ القراء قاری ابوالحسن مصباحی کی رحلت جہاں ان کے اہل قرابت پسماندگان کے لیے باعثِ غم ہے وہیں ان کے تلامذہ بھی اپنے شفیق استاذ کے غم میں رنجیدہ و نالہ کناں ہیں۔ سب سے بڑھ کر الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذہ، ارکان جامعہ، ان کے احباب، اہل مبارک پور بلکہ جامعہ کے در و دیوار بھی سوگوار و غم زدہ ہیں اور ان کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو ایک ایسا خلا محسوس کر رہے ہیں جس کا پُر ہونا آسان نہیں۔ آپ کیا گئے قاری محب الدین صاحب کا ایک چہیتا چلا گیا۔ استاذ العلما حافظ ملت کا ایک چنیدہ شاگرد چلا گیا۔ جامعہ اشرفیہ کا ایک قابل اور کہنہ مشق استاذ تجوید چلا گیا۔ فن تجوید و قراءت کا ایک راز داں چلا گیا۔ ع: وہ کیا گئے کہ سارا گلستاں اداس ہے۔ ☆

نمونہ اسلاف تھے مولانا نیاز احمد

از: مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی

باعمل علمائے دین یقیناً دنیا کا تعویذ ہیں، حدیث پاک کی روشنی میں انہی کے صدقے بارشوں کا نزول ہوتا ہے اور انہی کے دم قدم کے صدقے رب قدیر کائنات کی ساری رونقیں اور تمام بہاریں قائم فرمائے رکھتا ہے، یہ نہ ہوں تو قیامت آجائے گی، عالم باعمل اپنے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر اپنے آپ میں ایک چلتی پھرتی درسگاہ ہوتا ہے، اس کی زندگی کی صبح و شام، اس کی ایک ایک نقل و حرکت میں اسلامی تعلیمات کا بے پناہ درس پوشیدہ ہوتا ہے، شریعت کی پاسداری اس کا نصب العین ہوتا ہے، وہ احکام دینی پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر زندگی گزارتا ہے، اور دوسروں کو بھی اسی کی تعلیم و تلقین موقع بموقع کرتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا نیاز احمد ضیائی جیسی علمائے دین کی اسی صف سے تعلق رکھتے تھے، جو دین و شریعت پہ سختی کے ساتھ گام زن رہنے کا فکر و خیال اپنے دل و دماغ میں پالتے ہیں، وہ اس دور قحط الرجال میں بے شک نمونہ اسلاف تھے۔ ان خیالات کا اظہار صوبہ بہار کی معروف دینی و مذہبی درس گاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ کے سرپرست حضرت علامہ مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا نیاز احمد ضیائی، جیسی ایک باعمل عالم تھے۔ تقویٰ، پرہیزگاری ان کی شناخت اور پہچان تھی۔ سن شعور میں پہنچنے کے بعد ہی تعلیم و تعلم کی راہ کے جو مسافر بنے تو تا زندگی اسے ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، درس گاہ کی زیب و زینت تھے وہ، دار العلوم خیریہ نظامیہ میں ایک کامیاب و کامران استاذ کی حیثیت سے زندگی کے اکثر حصے گزار دیے، آپ کی تعلیم از ابتدا تا درجۂ فضیلت صوبہ بہار کی معیاری، معروف دانشگاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ میں اجلہ علمائے کرام کی نگرانی میں ہوئی۔

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا "منھومان لا یشبعان منھوم فی الدنیا و منھوم فی الآخرۃ" دو حریص کبھی شکم سیر نہیں ہوتے، ایک دنیا کا حریص دوسرا آخرت کا۔ مولانا نیاز احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آخرت کے انہی حریصوں میں سے تھے جن کی طلب علم کی آگ کبھی سرد نہیں ہوتی، یہ منھوم فی الدنیا نہ تھے بلکہ دین کے طالب و حریص تھے، چنانچہ فضیلت کی جملہ کتب متداولہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد یہ حرص آپ کو سنبھل مرادآباد کی بافیض درسگاہ کی جانب کھینچ کر لے گی اور کچھ دنوں تک وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مادر علمی دار العلوم خیریہ نظامیہ کی مسند تدریس کی زیب بخشی کے لیے سہسرام لے کر چلی آئی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں خصوصیت سے یہ حضرات قابلِ ذکر ہیں، امام المعقولات والمنقولات حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء الحسن ضیاء سہسرامی، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد صدیق صادق سہسرامی، شمس العلما حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین الہ آبادی، فخر بہار علامہ محمد میاں کامل سہسرامی، حضرت مولانا مفتی محمد ظل الرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت مولانا مفتی محمد شمس الدین بہرائچی، رئیس التارکین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب الرحمٰن رئیس اعظم اڑیسہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ رضویہ، قادریہ میں آپ کو شرف بیعت حاصل تھا۔ آپ بے پناہ خوبیوں، فضائل اور محاسن کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے، اسلاف کرام کی طرز و روش اختیار کرتے ہوئے پوری زندگی سادگی کے ساتھ گزار دی۔ دعا ہے رب قدیر آپ کی مغفرت فرمائے، اخروی درجات بلند فرمائے اور متعلقین، اہل خانہ، نسبی و روحانی فرزندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق رفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ دار العلوم خیریہ نظامیہ کے تمام وابستگان، اساتذہ و طلبہ آپ کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ☆☆☆

مکتوبات

"الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر"

بملاحظہ گرامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر" الحمد للہ علی احسانہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز ہیچ مدان سے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ماہ نامہ "الحقیقہ" کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" جیسا اہم کام لیا ہے۔۔ مجھے اگر کسی علمی و تحقیقی کام پر ناز ہے اور میرے لئے کوئی اعزاز ہے تو بس وہ یہ "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔۔ ان شاء اللہ، کل قیامت میں بھی اپنے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے نظر التفات کی اگر کوئی امید ہے تو بس یہی "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ امید واثق ہے کہ میرے سرکار ابد قرار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس آسی کی ضرور لاج رکھیں گے، ان شاء اللہ۔ الحمد للہ، فقیر نے مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حسن ابدال کے ایک دور افتادہ علاقے برھان شریف میں بیٹھ کر یہ عظیم وضخیم نمبر ترتیب دیا ہے جہاں کتابوں کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اللہ اللہ، فقیر ان یادگار لمحات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب ایک دن اچانک مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی ؒ نے اپنی سخت علالت میں مجھے راول پنڈی بلایا اور اہل سنت کی زبوں حالی پر خود اور فقیر کو بھی خوب رلایا روتے روتے آپ نے فقیر سے فرمایا: شاہ جی! میں گیا اب تمھارا وقت آیا، ابھی تک اہل سنت کی تاریخ مرتب کرنے کا خیال کسی کو نہ آیا!!... رات گئے فقیر نے رخصت لی اور گھر چلا آیا۔ صبح موبائل پر یہ اعلان آیا کہ حضرت آسی نے سفر آخرت فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون فقیر کی زبان پر آیا، بندہ کو اس وقت اس آخری ملاقات کا راز سمجھ میں آیا، چونکہ حضرت آسی کافی پریشان تھے کہ الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ابھی تک سامنے کیوں نہ آیا، آپ کی نورانی بصیرت نے اپنا کام کر دکھایا۔ آپ کے بھانجے اور جانشین صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فوراً مجھے الحقیقہ کا مدیر اعلیٰ بنایا، معذرت پیش کی لیکن صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں آپ ہی مدیر اعلیٰ ہیں کیونکہ حضرت آسی نے خود فرمایا۔ تب مجھے دوبارہ خیال آیا اور حضرت سے آخری ملاقات کا عقدہ بھی سامنے آیا، حضرت آسی ؒ کی شدید خواہش تھی کہ الحقیقہ کا ایک ضخیم نمبر شائع ہو کر سامنے آئے چنانچہ فقیر نے ہامی بھر لی اور صاحب زادہ سے گزارش کی، صاحب زادہ صاحب! فقیر کے مہربان اور قدردان اور آپ کے پیر و مرشد اور ماموں مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی ؒ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنے چلا ہوں آپ صرف احسن انداز میں اس کام کو شائع کرنے والے بنیں، آپ نے فرمایا، شاہ جی! یہ میرے لئے اعزاز اور سعادت ہوگی کہ آپ ختم نبوت کے حوالے سے کام کریں اور میں الحقیقہ کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" کے نام سے اسے کتابی صورت میں شائع کروں، رحمت حق بہانہ می جوید ناچیز نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اپنے پیارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کے لیے کام شروع کر دیا۔ ایک گشتی مراسلہ تیار کیا، مختلف اہل علم و قلم کو بھیجوایا رسائل میں شائع کروایا۔ اس موقع پر بھی حسب روایت قدرت نے میری دستگیری فرمائی۔ عزیزی ظفر محمود قریشی جیسے فعال نوجوان کو میرا معاون بنایا۔ انھون نے مجھے موٹر سائیکل پر بٹھایا، پھر اسے خوب دوڑایا، مختلف اہل علم و قلم سے ملوایا۔ شروع شروع میں تو کوئی مثبت نتیجہ سامنے آیا۔ بعض علما و مشائخ کی نازک مزاجی ہمارے آڑے آئی، کسی نے ہمیں اپنی بات سنائی، کئی علما و مشائخ تو اتنی بلندیوں پر فائز نظر آئے کہ ہم انھیں دیکھتے رہ گئے، ان تک نہ ہو سکی ہماری رسائی۔ بہت سارے علما و مشائخ نے سرد مہری دکھائی، کسی نے کہا تم نے یہ موضوع کیوں اٹھایا، کسی نے کہا کہ یہاں تو کوئی قادیانی نہیں آیا کسی نے کہا کہ اس پر تو بہت کچھ سامنے آیا کسی نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا وقت کہاں سے آیا۔ بھانت بھانت کی بولیاں اور رنگ برنگی ٹولیاں ہماری استقامت کے آگے نہ ٹھہر سکیں۔ ہم نے دائیں بائیں نہ دیکھا کسی کی بھی باتوں پر ہم نے کوئی کان نہ دھرا اور آگے بڑھتے گئے۔ موٹر سائیکل، خطوط اور موبائل کو بھی عمل میں لایا۔ الحمد للہ، مضامین و مقالات آنا شروع ہو گئے، مضامین و مقالات آتے گئے۔ فقیر ان کی نوک پلک درست کرتا گیا۔ عنوانات دیتا گیا اور عزیزی ظفر محمود قریشی کے حوالے کرتا گیا۔ انھوں نے نہایت محبت و محنت سے ہر مقالے کی کمپوزنگ کی، سیٹنگ کی۔ پھر فقیر نے ابواب بندی کے تحت سلک مروارید کی طرح تمام مقالات و مضامین کو ترتیب دی اور اداریہ لکھا۔ کمپوزنگ کے حوالے سے ظفر محمود قریشی نے مجھے کبھی فکر مند نہ ہونے دیا۔ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی فی الحال دو جلدیں شائع ہو کر

سامنے آئی ہیں۔ پہلی جلد ۲۰۱۲ء میں اور دوسری جلد ۲۰۱۹ء میں شائع ہو کر سامنے آئی۔ تیسری جلد تکمیل کے مراحل میں داخل ہوچکی ہے۔ چوتھی پر کام جاری ہے۔ ہمارے بعض مہربان تعاون کا بہت یقین دلاتے رہتے ہیں لیکن وقت آنے پر ہمارے کام نہیں آتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلی جلد جب شائع ہو کر سامنے آئی اور اسلام آباد میں اس کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی تو اس موقع پر ہمارے مہربان سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب صاحب نے فرمایا تھا کہ اس پہلی جلد میں کافی اغلاط رہ گئی ہیں ان شاءاللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی دوسری جلد کی پروف ریڈنگ کراچی میں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کے تحت خود کراؤں گا۔ چنانچہ جب دوسری جلد تیار ہوئی تو رانا آفتاب احمد صاحب نے دوسری جلد پروف ریڈنگ کے لئے حاجی حنیف طیب صاحب کو کراچی ارسال فرمائی، تین چار ماہ گزر گئے کسی نے بھی اس جلد کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ مجبوراً یہ جلد واپس منگوائی گئی اور اس کی پروف ریڈنگ فقیر نے اپنے مہربان مولانا حافظ فرمان علی زید مجدہ مدرس جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ کے حوالے کی انہوں نے مصروفیت کے باوجود رات دن ایک کر کے اس کی پروف ریڈنگ فرمائی۔ صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے زرکثیر لاکر شیران اسلام پاکستان کے زیر اہتمام الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی دونوں جلدیں شائع فرمائیں۔ المختصر الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ہم سب کے لئے ایک اعزاز ہے، ایک سعادت ہے۔ یہ عظیم وضخیم نمبر برھان شریف میں ترتیب پایا، ظفر محمود قریشی نے واہ کینٹ میں کمپوز کرایا اور صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اسے شیران اسلام پاکستان کے تحت کاغذی پیرہن پہنایا۔ تب یہ تحفظ ختم نبوت نمبر دنیا کے سامنے آیا۔ ملت اسلامیہ کے علما ومشائخ کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ اپنے مریدین کو تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت سے آگاہ فرمائیں۔ اس نمبر کو اپنے حلقہ احباب میں پھیلائیں۔ ہاں ہاں، اللہ کے بندو! بیدار ہوجاؤ! اٹھو اور آگے بڑھو! عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ تحفظ ختم نبوت نمبر کی ان دونوں جلدوں میں ختم نبوت کی تاریخ اور تحریک محفوظ کردی گئی ہے لہذا یہ دونوں جلدیں خود خریدو اور دوسروں کو بھی خریدنے کی دعوت دو، خود بھی پڑھو اور دوسروں کو بھی پڑھاؤ۔ یہ عظیم وضخیم نمبر ہر لائبریری بلکہ ہر گھر میں پہنچنا ضروری ہے۔ صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور شیران اسلام پاکستان کی پوری جماعت بالخصوص ظفر محمود قریشی، حافظ اظہر محمود، حاجی عبدالرزاق، الحاج شوکت علی شوہر، ممنون احمد آسوی، رانا آفتاب احمد اور حافظ نعیم احمد اور دیگر احباب جن کی تگ و تاز سے اس کی اشاعت عمل میں آئی، یہ سب ساری دنیائے اہل سنت کی جانب سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل اس نمبر کے تمام معاونین و قارئین کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، دنیا کی آفات وبلیات سے محفوظ فرمائے اور آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو، گدائے کوئے مدینہ شریف: احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ "خلیفۂ مجاز بریلی شریف".. ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

مغربی بے حیائی یہود و نصاریٰ اور ہنود نے مسلمانوں میں عام کی

قارئین کرام! یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ شرم وحیا چلی گئی ہے میڈیا یا ذرائع مثلًا ریڈیو، ٹی۔وی کے مختلف چینلز اور مُتعدِّد رسائل اور اَخبارات بے حیائی کو فُروغ دینے میں مصروف ہیں جس کی بِناء پر ہمارا مُعاشَرہ فُحّاشی، عُریانی و بے حیائی کی آگ کی لپیٹوں میں آچکا ہے بالخصوص نئی نسل اَخلاقی بے راہ روی و شدید بد عملی کا شکار ہے، فلمیں ڈرامے، گانے باجے، بیہودہ فنکشنز اور تہواروں کی کثرت ہوگئی ہے اکثر گھر سینما گھر بن چکے ہیں گویا کہ ایسا دَور آچکا ہے کہ ہر کوئی ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر معاذاللہ جہنم میں گرنا چاہتا ہے، اس تباہی اور بربادی کا اندازہ خوشی کے موقع پر منعقد کردہ تقاریب میں ہوتا ہے کہ اگر کسی کے پاس مال و دولت کم ہے تو صرف فلمی گانوں کی ریکارڈنگ فنکشن میں لگاتا ہے، جو کچھ مال دار ہوتا ہے وہ ان تقاریب میں مُووی بھی بنواتا ہے اور جو کچھ زیادہ مالدار ہوتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ رقم خرچ کرتا ہے پیشہ ور گلوکار اور گلوکارہ کو، کامیڈین کو بلوا کر ڈانس پارٹی، بیہودہ باتوں کی مجلس گرم کی جاتی ہے، مرد و عورت مُوسیقی کی دُھن پر بے ڈھنگے پن سے ناچتے، گاتے ہیں، مہمان خوب اُودھم مچاتے، بیہودہ فِقرے کَستے، مزید اس پر ہنستے، قہقہے لگاتے اور زور زور سے تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔ اس قسم کی حرکتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا شرم وحیاء کا جنازہ نکل چکا ہے ہر جگہ شرم وحیا کا قتلِ عام اور بے حیائی کی دھوم دھام ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ بے حیائی اور بے شرمی کی وبا مغرب سے مسلمانوں میں آئی ہے، اور اس بے حیائی اور بے شرمی کو منظم انداز میں مسلمانوں کے اندر عام کرنا یہ یہود و نصاریٰ اور ہنود وغیرہ کی ایسی سازش ہے جو آج مکمل طور پر کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے مسلمان کس طرح مغربی انداز کو اختیار کر رہا ہے، کس طرح سے آنکھیں بند کر کے کافروں کی پیروی کر رہا ہے یہ بات محتاج بیان نہیں المختصر قیامت قریب سے قریب تر آرہی ہے، حضور ﷺ کے اس فرمان کو ملاحظہ فرمائیے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: پہلی شے جسے اس امت سے اٹھا لیا جائے گا وہ حیا اور امانت ہے پس تم ان دونوں

چیزوں کا اللہ تعالی سے سوال کرو!

یقیناوہ دور آچکا ہے، شرم وحیا اٹھ چکی ہے، اسلام کے جس کا مزاج ومدار ہی حیا تھا آج اس کے ماننے والے اسی وصفِ حیاء سے عاری ہو چکے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بیشک ہر دین کا ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق شرم وحیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحیاء، برقم:۴۱۸۱، ۲/۱۳۹۹)

ہمیں احساس کرنا پڑے گا، وصفِ حیا سے خود کو متّصف کرنا پڑے گا نیز شرم وحیا کا یہ پیغام حسبِ طاقت ومنصب پھیلانا ہو گا ورنہ کہیں ایسانہ ہو بے شرمی و بے حیائی کے اس طوفان میں متاع ایمان ہاتھ سے نکل جائے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حیا اور ایمان آپس میں ملے ہوئے ہیں وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جب جاتے ہیں تو دونوں ساتھ جاتے ہیں۔ (المعجم الاوسط، باب العین، من اسمہ عبداللہ، برقم:۴۶۶۹، ۳/۱۷۴)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ایمان اور حیاء آپس میں ملے ہوئے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھتا ہے تو دوسرا از خود اٹھ جاتا ہے۔

(مصنّف ابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، ماذکر فی الحیاء۔ برقم:۲۵۳۵۰، ۵/۲۱۳)

عیاشی و شہوت پرستی نوجوانوں کے سر پر سوار ہو چکی ہے کیا بچہ کیا جوان سب بے حیائی کے سمندر میں مستغرق ہو چکے ہیں۔

حضرت مدائنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا: یعنی: اے ابو جعفر! عیش کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: نفسانی خواہش کا انسان پر سوار ہو جانا اور انسان کا حیاء کو ترک کر دینا۔

(المجالسۃ وجواہر العلم، الجزء الثانی والعشرون، برقم:۳۰۷۸، ۷/۱۷۴)

حضرت وہب بن منبّہ علیہ الرحمہ نے جو بات ارشاد فرمائی تھی ان کے اس قول کو ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی بے شرمی اور بے حیائی کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو مستقبل کے حوالے سے مایوسی نظر آتی ہے، حضرت وَہب بن مُنَبّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب بچے میں دو عادتیں ہوں خوف اور شرم و حیاء، تو اس کی ہدایت کی امید کی جا سکتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، فمن الطبقۃ الاولی من التابعین، وھب بن منبہ، ۴/۳۵)

نہ آج بچوں میں خوفِ خدا نظر آتا ہے اور نہ ہی شرم وحیا اللہ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے! اور ہمیں شرم وحیا کی دولت سے مالا مال فرمائے! آمین۔

از: **ابو حمزہ محمد عمران مدنی**۔ کراچی، پاکستان

مسلمان دوبارہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں

اُمّتِ مسلمہ کی رسوائی کی اصل وجہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے روگردانی کرنا ہے. اقرأ کا درس دینے والی قوم نبی پاک ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر عمل کر کے آج بھی اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے. نبی پاک ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم نبی پاک ﷺ کے احکامات کو مانیں، آپ کی سیرت وسنت کو اپنائیں. کیوں کہ ہماری ترقی اور خوش حالی کا انحصار نبی پاک ﷺ کے احکامات کی پابندی ہے۔ نبی پاک ﷺ کی سیرت میں اتنی جامعیت ہے کہ رہتی دنیا تک کے مسائل کے حل کے لیے کافی ہے۔

جب سے ہم نے نبی پاک ﷺ کے احکامات اور "اقرأ" کے سبق کو بھلا دیا، ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئی۔

رب العالمین کا وعدہ حق ہے جو اس نے فرمایا کہ تمھی ہر زمانے میں غالب رہو گے، کوئی کافر تمہیں ذلیل ورُسوا نہیں کر سکتا، تمہیں مغلوب نہیں کر سکتا۔

جب تک کہ ہم قرآنی احکام کے پابند رہیں گے. کیوں کہ یہ ساری عزتیں، شہرتیں، رفعتیں، عروج اور رعب و دبدبہ صرف مؤمن بندوں کے لیے ہیں. ارشاد ربّانی ہے: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارا کھویا ہوا وقار ملے تو ہمیں مؤمن بندہ بننے کی ضرورت ہے، کیوں کہ رب نے "عروج وارتقا" کی شرط مؤمن بننے پر رکھی ہے کہ جب تک ہم سچے مؤمن نہیں بنیں گے، ہم کامیاب نہیں ہو سکتے، اور مؤمن وہی ہے جو نبی پاک ﷺ کے احکامات اور سیرت وسنت کو اپنائیں۔

عروج پانے کے جتنے طریقے ہیں چاہے وہ خلق خدا کو نفع پہنچانا ہو یا جہد مسلسل ہو، قرآن عظیم کے احکامات کی پابندی ہو یا دعوتِ امت ہو، اگر انسان "ایمان" کو حقیقت میں قبول کر لے تو تمام اسباب عروج میں اس طرح آجاتے ہیں جس طرح "ایک لاکھ میں سو ہزار" اس لیے اگر ہم ایمان کی حقیقت کو شعوری طور پر قبول کر لیں تو تمام ترقی اور بلندیاں ہمارے قدموں میں ہوں گی کیوں کہ اس وقت ہم صحیح معنوں میں مؤمن بندے ہوں گے. کیوں کہ بلندیاں تو ان کے لیے ہیں جو مؤمن ہیں جو عاشق رسول ہیں، جو متبع سنت ہیں۔

آپ چودہ سو سال کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ پوری دنیا مل کر بھی مسلمانوں کو پست نہیں کر پائی، آدھی دنیا پر اسلامی حکومت کا علم لہرا دیا، ہمارے رعب و دبدبے سے زمین نے اپنا سینے میں چھپا تیل نکال دیا، ہمارے ایک حکم پر سمندر نے اپنوں کے لئے راستہ بنا دیا. ہمارے ایک حکم پر شیر جنگل میں رستوں کا پتہ دینے لگ گئے، ہم ہی تو تھے جنہوں نے اقرأ کا سبق پڑھ کر پوری دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی، عدل وانصاف اور حق کی آواز قیصر وکسریٰ تک پہنچی، مگر جب سے ہم نے اقرأ کا سبق بھلا دیا، بد اعمالیوں سے اپنے تن کو سجا لیا،

قرآن وسنت کی پیروی سے منہ موڑنے لگے اور مغربی تہذیب وتمدن کو اپنا شعار بنالیا، تب سے ذلت ورسوائی ہمارے گھر تک پہنچ گئی، ہماری بلندیاں مٹی میں مل گئیں، کیوں کہ بلندیاں توان کے لئے تھیں جوراہ راست پر تھے، مگر ہم نے جب سے درِ رسول کی پناہ چھوڑ دی، ہم کہیں بھی پناہ گزیں نہیں ہوپائے

اے مسلمان! واپس پلٹ آ، تجھے تیرا ماضی بلا رہا ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں ماضی ہوں، میں واپس کبھی نہیں آتا، اگر تو سچا مؤمن بن جاتو میں ضرور تیرے حال کو ماضی میں بدل دوں گا، میں تیرا کھویا ہوا وقار واپس دوبارہ لوٹا دوں گا. تو نبی پاک ﷺ کی سیرت و سنت کو اپنالے، میں کائنات کا ذرّہ ذرّہ ترے زیرِ نگیں کردوں گا۔

از: عبدالامین برکاتی قادری۔ ویراول گجرات الہند

موت العالم موت العالم

شہسوارِ تحریر حضرت علامہ الحاج مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ دام حبہ، سلام ورحمت، مزاج عالی!

مقام افسوس ہے کہ اس دار فانی سے گلستان مصباحیت کے مہکتے ہوئے پھول الجامعۃ الاشرفیہ کے ممتاز وقدیم بزرگ اور باعظمت استاذ جلیل سیدی مرشدی بانیِ باغ فردوس حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے پروردہ زینت القراء حضرت علامہ الحاج قاری ابو الحسن عزیزی مصباحی انتقال فرما گئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، دل مضطرب ہوگیا، قلب رنجیدہ ہوگیا، حضرت بظاہر مسکراتے ہوئے تنہا گئے لیکن جب بھی کوئی خدا رسیدہ وا ہم شخصیت اور عالم ربانی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو ان کا جانا تنہا نہیں ہوتا بلکہ پورے عالم یعنی مخلوق کا جانا ہے "موت العالم موت العالم" عالم کی موت عالم کی موت ہے۔ رب العالمین اس کے فضل اور حضور ﷺ کے صدقے سے استاذ معظم مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے، مزارِ پاک پر شب وروز اپنے انعام واکرام کی بارش فرمائے اور تلامذہ، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ قاری صاحب کو خادم رئیس احمد عزیزی سے والہانہ محبت تھی جب بھی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے سالانہ چندہ کے تعلق سے کرناٹکا کا دورہ ہوتا مسکین کے مکان پر قیام فرماتے، اس طرح ہبلی میں خادم کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کی تھوڑی سی خدمت اور میزبانی تیز خوش آمدید کہتے ہوئے خدمت کا موقع مل جاتا۔ ہم حقیقت میں ان کی دعاؤں سے آج خوش حال ہیں، امید وتوقع ہے کہ آخرت میں بھی ان شاء اللہ کامیاب وکامراں ہوں گے۔ حضرت مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے ہر ایک کے ہمدرد وغمگسار تھے، معاون ومددگار تھے۔ میرے استاذ اب کب ملیں گے؟ یا اللہ! اب نورانی صورت اپنے استاذ کی کب دیکھوں گا: دعائے خیر میں برائے کرم خادم کو یاد رکھیے گا۔

از: رئیس احمد عزیزی ادروی، مرکزی شہر ہبلی، کرناٹک

(ص: ۲۷ کا بقیہ)....

بعض اوقات تعلقات بھی حد درجہ متاثر ہوجاتے ہیں، ہم نے واضح طور پر عرض کیا کہ حضرت آپ جو ذمہ داری عطا فرمائیں گے ہم بسر وچشم قبول کر کے پوری کریں گے مگر کوئی عہدہ لے کر کام کرنا یہ ہمارے لیے سخت مشکل ہوگا، ہم نے عذر خواہی کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ حضرت دار العلوم اہلِ سنت جامعہ طیبہ شاہ آباد، ضلع رام پور خود ایک بڑی اور بیش قیمت زمین پر قائم ہے آپ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ اپنے والد ماجد ہی کی طرح ان کے چھوڑے ہوئے مشن یعنی مدرسہ اکرم العلوم، جامعہ اکرم نعیمیہ انسٹی ٹیوٹ، جمعیت اہلِ سنت، ضلع امن کمیٹی، آل انڈیا قومی ایکتا کمیٹی، آل ورلڈ ہیومین ویلفیئر سوسائٹی ماریشش، تاریخی جلوس عید میلاد النبی ﷺ مراد آباد کی قیادت ورہنمائی کی۔ آپ اخلاق ومحبت حلم وبردباری، فکر ودانش مندی، خوش گفتاری اور حسین وضع قطع اور بزلہ سنجی میں اپنے والد حضور فخرِ ملت کے عکس جمیل تھے۔

شہزادۂ حضور حافظِ ملت حضرت عزیزِ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے حضرت مولانا علیہ الرحمہ سے عرصہ دراز سے گہرے مراسم تھے، آپ نے ان کی رحلت کی خبر سن کر سخت غم کا اظہار فرمایا اور ان کی شخصیت اور کارناموں پر لکھنے کا حکم عطا فرمایا، حضور عزیزِ ملت نے ان کے بہت سے فضائل ومناقب بیان فرمائے، کچھ تلاوت فرماکر ان کی روح کو ایصالِ ثواب کیا اور دعائے مغفرت فرمائی۔

بس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے، وہ جس مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے تھے اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگ امینِ شریعت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی دامت برکاتہم العالیہ اور نبیرۂ فخرِ ملت الحاج سیٹھ عمیق الزماں اکرمی صاحب کو پورا کرنے کی توفیق خیر اور عزم وہمت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ ہم دعا کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادہ والا تبار اور دختران نیک اختر، خاندان اور اعزہ واقارب کو صبر وشکر کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین، بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ☆☆☆

خیر و خبر

مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ
مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی
دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کے سربراہ اعلی منتخب

از: مبارک حسین مصباحی

اہل سنت کی ہر دل عزیز علمی شخصیت حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی مفتی اعظم ہالینڈ عالمی شہرت یافتہ ادارہ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی کے باتفاق رائے سربراہ اعلی منتخب کیے گئے، ہم دل کی گہرائیوں سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے مفتی اعظم ہالینڈ کی بارگاہ میں بے شمار مبارکبادیاں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہالینڈ علمی، عملی اور فکری صلاحیتوں کے حامل ہیں. معاملہ فہم قرآن و حدیث پر گہری نگاہ رکھنے والے ہر دل عزیز مفتی اعظم ہالینڈ ہیں احوال زمانہ کو بخوبی جاننے والے بلند پایہ خطیب و ادیب ہیں۔ اعلی کردار و اخلاق کے حامل ہیں. علمائے اہل سنت اور مشائخ کرام سے خوش گوار روابط رکھتے ہیں۔ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ سے حد درجہ محبت فرماتے ہیں اعلی خصوصیات کے باوجود خادم پر بے پناہ شفقت فرماتے ہیں.

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی نور اللہ مرقدہ کے مرید صادق ہیں اور ان کی علمی تحریک جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے آپ نامور فاضل ہیں.

عرس حضور حافظ ملت کے حسین موقع پر امسال یکم جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ہجری/۲۷ جنوری ۲۰۲۰ میں آپ کے فرزند ارجمند عزیز القدر مولانا محمد انس رحمان مصباحی سلمہ کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں دستار فضیلت سے سرفراز کیا گیا، عرس عزیزی میں دستار بندی کے موقع پر فارن ہاسٹل میں جو جشن دستار بندی کی خصوصی مجلس کا انعقاد ہوا شیخ طریقت حضرت علامہ سید جلال الدین قادری اشرفی کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ کے شہزادۂ والا تبار حضرت مولانا سید معاذ اشرف اشرفی جیلانی سلمہ کی بھی دستار بندی تھی ۔ پروگرام میں حضرت سید صاحب دامت برکاتہم القدسیہ حضرت مفتی اعظم ہالینڈ، معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگان دین اور احباب جلوہ گر تھے۔ تقریب میں دعائیہ جملوں سے نوازنے والوں میں خطیب الہند حضرت علامہ عبید اللہ خان اعظمی، حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، ڈاکٹر غلام یحی انجم، حضرت علامہ مفتی شمس الہدی مصباحی انگلینڈ حضرت علامہ مفتی زاہد علی سلامی وغیرہ حضرات تھے.

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۴۱ ہجری ۲۳ مئی ۲۰۲۰ کو ممبئی ہاسپٹل میں معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی معمولی علالت کے بعد اس دنیا سے کوچ فرماگئے. اس افسوسناک خبر پر جہان سنیت میں غم واندوہ کے بادل چھاگئے حضرت گوناگوں خصوصیات کے ساتھ شہرۂ آفاق درسگاہ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی کے صدر اعلی تھے. ان کی رحلت پر ہر طرف غم کی لہر دوڑ گئی. شہزادۂ قائد ملت حضرت علامہ شاہ محمد انس قادری دامت برکاتہم العالیہ نے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا روز محشر خلیفۂ اعلی حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی

اور قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ کا ایک ایک ہاتھ پکڑ کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں لے جائیں گے اور انشاءاللہ تعالی سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے خصوصی فیضان سے ان سب کو اپنی شفاعت کبری سے شادکام فرمائیں گے۔ جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلی عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی دامت برکاتہم القدسیہ وغیرہ علما و مشائخ نے ان کی عظیم اور وسیع خدمات پر خراج پیش کرتے ہوئے تعزیت فرمائی۔

مفتی اعظم ہالینڈ دامت برکاتہم العالیہ جمداشاہی بستی کے باشندے اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شہرت یافتہ فاضل ہیں ۔ آپ پہلے ساؤتھ افریقہ ممباسا کی سرزمین پر چند سال دینی، علمی، دعوتی اور فقہی خدمات انجام دیتے رہے. ۱۹۹۲ میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ

احمد نورانی نے آپ کو ہالینڈ بھیجا اس وقت سے لے کر آج تک آپ وہیں دینی و ملی اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دے رہے ہیں اس طرح گویا ۲۸ برس سے آپ وہاں دینی، فقہی اور دعوتی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم علیمیہ کے آپ پہلے بھی اعلیٰ عہدے دار تھے مگر اب حضرت معین العلما کے وصال پر ملال کے بعد دارالعلوم علیمیہ کے ذمہ داران اساتذہ اور معاونین نے آپ کو دارالعلوم علیمیہ کا سربراہ اعلیٰ منتخب کیا ہم آپ کی بارگاہ میں مبارکبادیوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں گر قبول افتد زہے عزو شرف

حضرت کے سربراہ اعلیٰ منتخب ہونے کی خوش خبری ہمیں نوجوان قائد محب گرامی حضرت مولانا محمد عرفان علیمی نے ممبئی سے دی تھی موصوف نے فرمایا اس انتخاب میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں سب نے انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ آپ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا ہے ہم دارالعلوم علیمیہ کے تمام ذمہ داران اور محبین کو بھی تبریکات کے گلدستے پیش کرتے ہیں۔ ہم حضرت مفتی اعظم ہالینڈ سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم تعلیمی اور تربیتی مشن کا ذمہ دار بنایا ہے آپ کے دل میں پہلے ہی سے دارالعلوم علیمیہ سے حد درجہ محبت ہے اب آپ اس تحریک کو اپنی مزید خصوصی توجہات سے آگے لے کر بڑھیں معلم کائنات حضور سرور دوعالم ﷺ کی مسلسل رحمتیں نازل ہوں گی۔

ہدیہ تبریک پیش کرنے والی اہم شخصیات میں نبیرۂ حضور حافظ ملت نعیم ملت حضرت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی ولی عہد خانقاہ عزیزیہ مبارک پور، پیکر اخلاص حضرت علامہ مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عظیم مصنف حضرت علامہ مفتی ازہر القادری استاذ جامعہ مٹھنا سدھارتھ نگر، حضرت مولانا محمد رحمت اللہ مصباحی رپورٹر روز نامہ انقلاب مبارک پور حضرت علامہ فیاض احمد مصباحی بلرام پور حضرت علامہ مفتی شمس الحق مصباحی افریقہ، حضرت مفتی کرامت علی مصباحی،

حضرت مفتی وثیق احمد الفت نظامی حضرت مولانا مظہر حسین علیمی ممبئی، حضرت مولانا محمد صدام برکاتی مصباحی ساؤتھ افریقہ اور حضرت مولانا گلزار احمد مصباحی صدر المدرسین جامعۃ القریش جالندھری اعظم گڑھ وغیرہ شامل ہیں۔

خواجہ غریب نواز اجمیری کی توہین کرنے والے کی مذمت میں زبردست احتجاجی بیان:
ڈاکٹر شرر مصباحی اور مولانا مبارک حسین مصباحی

مبارکپور اعظم گڑھ (محمد اظہر نور اعظمی) سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ ہندوستان کی ایک عظیم ترین شخصیت ہیں آپ کی بارگاہ میں ہندو بیرون ہند سے لاکھوں لوگ آتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں ان فیض یافتگان میں مسلک، مذہب، رنگ و نسل اور وطن کی کوئی تخصیص نہیں ہے ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ ایک ٹی، وی اینکر امیش دیوگن نے خواجہ کی بارگاہ میں ڈاکو اور لٹیرے کے الفاظ استعمال کر کے اپنی کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے خلاف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے مسلم اور غیر مسلم حضرات بھی سخت نالہ ہیں ہم حکومت ہند سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کے خلاف سخت سے سخت کاروائی کی جائے تاکہ ہندوستان کے تمام باشندگان کو اطمینان و سکون حاصل ہو۔ مذکورہ خیالات کا اظہار طبیہ کالج دہلی کے سابق پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی اور مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا انھوں نے مزید کہا کہ آج جب کہ ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں کورونا وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اتحاد و یکجہتی کی سخت ضرورت ہے اس مہلک مرض سے لڑنے کے لیے بالا تفریق مذہب و ملت سب کو آگے آنا چاہیے۔ آگے کہا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ اولیائے کرام کے مزارات سیدنا سالار مسعود غازی بہرائچی سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی وغیرہ مشائخ کی بارگاہوں میں ہندو مسلم سکھ عیسائی سب حاضر ہوتے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے دل کی مرادیں بڑی حد تک پاتے ہیں اس کمبخت اور بیہودہ اینکر نے سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں اپنی بد زبانی کا مظاہرہ کر کے جس طرح مسلم دشمنی کا ثبوت دیا ہے اور ہندوستان میں مذہبی منافرت پھیلانے کی ناپاک کوشش کی ہے ہم اور ہندوستان کے تمام امن پسند لوگ اس کی سخت مذمت کرتے ہیں۔

از: رحمت اللہ مصباحی

☆☆☆☆☆